مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ

حیات اور خدمات

محمد عزیر

علمی اکیڈمی کراچی

مولانا شمس الحق عظیم آبادی

حیات اور خدمات

اور خدمات

مولانا شمس الحق عظیم آبادی

حیات اور خدمات

تالیف
محمد عزیر

تقدیم
مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی

علمی اکیڈمی کراچی

۱۹۸۴ء

طبع اول ———— جولائی ۱۹۸۴ء

کتابت ———— عبدالرحیم انصاری

تعداد ———— گیارہ سو

ناشر ———— علمی اکیڈمی ۶۶۷/۹ دستگیر کالونی فیڈرل بی ایریا کراچی ۳۸

طابع ———— مشہور آفسٹ پریس۔ کراچی

قیمت ———— ۳۵ روپے

مولانا شمس الحق عظیم آبادی: حیات اور خدمات

انتساب

دادا جان جناب حکیم محمد ادریس صاحب مرحوم مغفور

کے نام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرضِ ناشر

یہ کتاب دراصل جناب محمد عزیر صاحب کی مفصل عربی کتاب "حیاۃ المحدث شمس الحق وأعمالہ" کی اردو تلخیص ہے جس میں بعض بڑے مفید اور قیمتی اضافے بھی ان ہی کے قلم سے شامل ہیں۔ مولانا شمس الحق عظیم آبادی کے بعض اہم خطوط ضمیمے کے طور پر اس میں پہلی بار شائع کئے جارہے ہیں جو اصل عربی کتاب کی اشاعت کے بعد مؤلف کو دستیاب ہوئے تھے۔ حواشی میں بھی بعض حقائق کا پہلی دفعہ انکشاف کیا گیا ہے جو عموماً اہلِ علم کی نظروں سے مخفی ہیں۔ اردو زبان میں ہونے کی وجہ سے انشاء اللہ اردو داں طبقہ اس سے پورے طور پر مستفید ہوسکے گا۔

مؤلف نے مولانا کے حالاتِ زندگی اور ان کی منتشر تصانیف کی فراہمی کے سلسلے میں جو محنت کی ہے اور پھر اس کا ثمرہ جس خوش اسلوبی کے ساتھ محققانہ انداز میں پیش کیا ہے اس کا اندازہ کچھ اہلِ تحقیق ہی لگا سکتے ہیں جنھوں نے کبھی اس وادی کی سیر کی ہو۔ اس لئے اس کتاب پر تبصرہ ہم ان ہی پر چھوڑتے ہیں۔ یہاں مؤلف سے متعلق صرف اتنا بتادینا چاہتے ہیں کہ وہ جامعہ سلفیہ بنارس (بھارت) کے فارغ التحصیل (۱۹۷۶ء) مدینہ یونیورسٹی سے بی۔ اے (۱۹۸۱ء) اور فی الحال اُمّ القریٰ یونیورسٹی (مکہ مکرمہ) میں ایم۔ اے کے طالب علم ہیں۔ ان کے بعض تحقیقی مقالات معارف (اعظم گڑھ) اور برہان (دہلی) وغیرہ میں شائع ہوچکے ہیں۔

ہم فاضل مؤلف کے شکر گذار ہیں کہ انھوں نے ہماری درخواست پر اسے اشاعت کے لئے تیار کیا۔ ہم نے اس کی اعلیٰ طباعت کا خصوصی اہتمام کیا ہے، اس کے لئے ہم اپنے احباب کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتے ہیں جنھوں نے اس سلسلے میں ہمارا تعاون کیا۔ ساتھ ہی ہم مولانا

عطاء اللہ بھوجیانی مدظلہ العالی کے احسانات بھی فراموش نہیں کرسکتے جنھوں نے اپنی علالت اور مشغولیات کے باوجود اس پر قیمتی پیش لفظ تحریر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

اخیر میں ہم قارئین سے ایک نہایت ضروری گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ اگر انھیں مولانا شمس الحق عظیم آبادی کی حسب ذیل غیر مطبوعہ کتابوں یا اس کے علاوہ کسی تالیف کی موجودگی کا علم ہو تو ہمیں پہلی فرصت میں اس کی اطلاع کریں۔

۱۔ غایۃ المقصود (غیر مطبوعہ اجزاء)

۲۔ ہدیۃ اللوذعی (مکمل نسخہ)

۳۔ فضل الباری شرح ثلاثیات البخاری

۴۔ النجم الوہاج فی شرح مقدمۃ الصحیح لمسلم بن الحجاج

۵۔ تعلیقات علی سنن النسائی

۶۔ نخبۃ التواریخ

۷۔ تذکرۃ النبلاء فی تراجم العلماء

۸۔ نہایۃ الرسوخ فی معجم الشیوخ

۹۔ تفریح المتذکرین بذکر کتب المتاخرین

۱۰۔ النور اللامع فی اخبار صلاۃ الجمعۃ عن النبی الشافع

۱۱۔ تحفۃ المتہجدین الابرار فی اخبار صلاۃ الوتر وقیام رمضان عن النبی المختار

۱۲۔ غایۃ البیان فی حکم استعمال العنبر والزعفران

۱۳۔ سوانح عمری مولانا عبداللہ صاحب جھاؤمیاں الہ آبادی

ہمارا ارادہ ہے کہ ان شاء اللہ مولانا کی تمام تصانیف جدید اصول تحقیق کے مطابق سلسلہ وار شائع کریں گے، اس کا ہم نے مکمل پروگرام بنالیا ہے۔ ابھی جو ۱۹ تصانیف (مطبوعہ یا مخطوطہ) دستیاب ہیں ان کی اشاعت کچھ اس ترتیب سے ہوگی۔

عربی:-

۱- غایۃ المقصود فی حل سنن أبی داود

۲- غنیۃ الألمعی

۳- المکتوب اللطیف إلی المحدث الشریف

۴- الوجازۃ فی الاجازۃ

۵- ھدیۃ اللوذعی بنکات الترمذی

۶- تعلیقات علی اسعاف المبطا برجال الموطا

۷- رفع الالتباس عن بعض الناس

۸- اعلام اھل العصر بأحکام رکعتی الفجر

۹- التعلیق المغنی علی سنن الدارقطنی

۱۰- عون المعبود علی سنن أبی داود

۱۱- رسالۃ فی الفقہ

فارسی:-

۱- عقود الجمان فی جواز تعلیم الکتابۃ للنسوان

۲- القول المحقق

۳- الاقوال الصحیحۃ فی احکام النسیکۃ

اردو:-

۱- تنقیح المسائل (فتاوی مولانا شمس الحق عظیم آبادی)

۲- فتوی ردّ تعزیہ داری

۳- ھدایۃ النجدین إلی حکم المعانقۃ والمصافحۃ بعد العیدین

۴- التحقیقات العلی باثبات فرضیۃ الجمعۃ فی القری

۵- الکلام المبین فی الجہر بالتأمین والرد علی القول المتین

فارسی اور اردو تصانیف کے عربی ترجموں کی اشاعت بھی پیش نظر ہے۔ نیز بعض عربی

اور فارسی تصانیف کے سلیس اردو ترجمے بھی اردو داں حلقے کے لئے افادۂ عام کی غرض سے شائع کئے جائیں گے۔ جلد ہی جناب محمد عزیر صاحب کی اصل عربی کتاب "حیاۃ المحدث شمس الحق" کا نیا ایڈیشن بھی نظرِ ثانی کے بعد اہلِ علم کی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔

اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے منصوبے کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اسے ہماری مغفرت و نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

فقط

عبدالرقیب

ڈائرکٹر علمی اکیڈمی

۹/۶۶۷ دستگیر کالونی، فیڈرل "بی" ایریا، کراچی ۳۸

پاکستان

پیش لفظ

از مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ نے جو اصلاحات فرمائی ہیں ان میں ایک بڑی اصلاح اس دور کے نصاب تعلیم کی اصلاح بھی ہے۔ انھوں نے درس نظامی کے ساتھ فقہ الحدیث کی اہم کتابوں کی درس وتدریس کو داخل فرمایا اور موطا امام مالک ؒ، صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن نسائیؒ، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ ورسا پڑھنے پڑھانے کی طرح ڈالی اور اپنی بے نظیر کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں خیر القرون کے اہل علم کی دو قسمیں اہل الحدیث اور اہل الرائے قرار دے کر اوّل الذکر کے طرز استدلال کی ترجیح کی طرف واضح اشارات فرمائے۔ تاہم اہل الرائے کو بھی اپنی جگہ مفید اور معذور ہونے کا تصوّر دیا۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ تقلیدی جمود ٹوٹنے لگا۔ اور آزادی فکر نے راہ پائی جو شاید حسب تجزیہ شاہ صاحب موصوف' اہل الرائے کو گوارا نہ تھا۔ چنانچہ حضرت شاہ محمد اسحٰق ؒ کے بعض تلامذہ نے وقت کی خدمت سمجھ کر جہاں کتب احادیث کی اشاعت کا مفید اہتمام کیا وہاں ان پر ایسے حواشی بھی چڑھا دیئے جو تقلیدی جمود کے ٹوٹنے کا مداوا ہو سکیں اور اپنے مدارس میں صحاح ستہ پڑھانے کا رواج تو باقی رکھا لیکن اس طرح کہ فقہ حدیث کے برعکس اہل الرائے کی ترجمانی ہو سکے۔ چنانچہ شاہ محمد اسحٰق ؒ کے تلامذہ میں شاہ عبدالغنی مجددی ؒ اور ان کے بعد میں علمائے سہارنپور و دیوبند اور مولانا احمد علی سہارنپوری رحمہم اللہ کا انداز تدریس و تحریر یہی تھا۔ البتہ شاہ محمد اسحٰق ؒ کے ایک تلمیذ رشید جنھوں نے شاہ محمد اسحٰق ؒ کی مہاجرت

مکہ معظمہ کے بعد ان کے بطور جانشین دوسرے علوم کے ساتھ صحاح ستہ کا درس دیا۔ یعنی حضرت مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی معروف بہ "میاں صاحب" یہ اصحاب الحدیث کے طریقے پر تھے۔ ان کے یہاں اصحاب صحاح کے منہج کے مطابق ان کتابوں کا درس دیا جاتا تھا۔ تاہم یہ مساعی تدریس کی خدمت تھیں۔

حضرت میاں صاحبؒ کے فیض یافتہ تلامذہ میں سے مولانا محمد شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادیؒ نے بہ توفیق الہٰی ایک قدم آگے بڑھایا اور تہیہ فرمایا کہ مدارس میں صحاح ستہ کے جو متون پڑھائے جاتے ہیں ان کے شروح و تعلیقات و حواشی بھی ایسے ہونے ضروری ہیں جو حسب منشا شاہ ولی اللہؒ اصحاب الحدیث کی ترجمانی کی خدمت سر انجام دیں اور اس طرح مصنفین صحاح کے مقصد اور فقہی و فنی حیثیت کو بروئے کار لایا جائے۔ لہذا مولانا محمد شمس الحقؒ نے سنن ابو داؤد کا انتخاب فرمایا اور اس کی دو ایسی شرحیں لکھیں (غایۃ المقصود۔ مبسوط اور عون المعبود۔ مختصر) جو بہ لحاظ متن حدیث اور بہ لحاظ فقہ الحدیث آٹھویں صدی ہجری کے کسی محدث و محقق کی تالیف معلوم ہوتی ہیں۔ ہر حدیث کا فنی مرتبہ، ابواب و اسناد کا تدریسی حل جو ہمارے مدارس کے اعتبار سے بالکل نیا انداز ہے اور ایسا مفید ہے کہ جس کی بعد میں آنے والے اصحاب الرائے قسم کے شارحین نے بھی پیروی فرمائی ہے۔ حدیث پاک سے فقہی استنباطات کی راہ بھی ان شرحوں میں وا کر دی گئی ہے اور بڑے غیر مسبوق فقہی مباحث عون المعبود میں آگئے ہیں۔

عون المعبود کی تالیف سے قبل مولانا نے ہمارے یہاں کی ایک غیر متداول اور نہایت اہم غیر مطبوعہ کتاب سنن دارقطنی پر نہایت عمدہ شرح تحریر فرمائی جس نے طبقہ اہل علم و تحقیق میں خوب باریابی حاصل کی۔ علاوہ ازیں محدثین کے اس طریق کے احیاء کے لیے بصرف زر کثیر حدیث و رجال کے مخطوطات و مطبوعات جمع فرمائے۔ اس وقت کے متعدد نوجوان علماء کو عملی تربیت دی تاکہ تعلیق و حواشی کا یہ کام جاری رہ سکے۔ متعدد حدیثی رسالے اور فن حدیث و رجال کی اہم کتابیں اور رسالے طبع کروا کر شائع کرائے

اور اس طرح علمی کام کا یہ خلا اللہ تعالیٰ نے مولانا شمس الحق کے ذریعہ پورا فرمایا۔

شاید مولانا شمس الحق کے اخلاص کا یہ ثمرہ تھا کہ عون المعبود کے بعد تحفۃ الاحوذی اور حواشی جدیدہ علی سنن النسائی اور عین الحاجہ علی سنن ابن ماجہ، تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ وغیرہ شروح وحواشی معرض وجود میں آگئے اور موجودہ دور کی بہترین شرح مرعاۃ المفاتیح جس کو ایک حیثیت سے فقہ الحدیث کا دائرۃ المعارف کہا جا سکتا ہے، وہ بھی صاحب عون المعبود کے حسنات میں ایک ہے۔

ایسے میں ضرورت تھی کہ ایسی بہت سی خدمات وصفات کی حامل شخصیت کا تعارف ہمارے علماء وطلباء کے سامنے لایا جائے جس سے بہ وجوہ ہم اب تک قاصر رہے ہیں۔ شاید بفحوائے "کل الامور مرھونۃ باوقاتہا۔

یہ سعادت جناب محمد عزیر صاحب کو حاصل ہوئی جنھوں نے پہلے عربی میں "حیاۃ المحدث شمس الحق واعمالہ" تحریر فرمائی اور اب اس کو باضافات متعددہ وجدیدہ اردو میں منتقل کر دیا ہے۔ جناب عزیر صاحب کا اس کے علاوہ ایک تو کارنامہ یہ ہے کہ مولانا موصوف کی گم شدہ اور بعض نو فراموش شدہ اہم حدیثی وتاریخی اور فقہی تالیفات تاریکی سے روشنی میں لائے اور دوسرے یہ کہ مولانا شمس الحق کی اولاد واحفاد میں جناب عبدالرقیب صاحب سلمہ کو اس کے لئے تیار کر دیا کہ وہ اپنے جد امجد کے پسندیدہ مشن کو زندہ کریں۔ اور ان کی تالیفات کو شائع کر کے نوجوان علماء وطلباء کے لیے حدیث پاک کی خدمت واشاعت کا نمونہ پیش کریں۔ واللہ الموفق والمعین۔

لاہور خاکسار

۸ ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ ستمبر ۱۹۸۳ء محمد عطاء اللہ حنیف

تعارف

محدث کبیر مولانا شمس الحق ڈیانوی رحمۃ اللہ علیہ

میں نے مولانا شمس الحق محدث ڈیانوی کا تذکرہ اپنے بچپن میں والد مرحوم مولانا ابو محمد اوسط حسین صاحب سے سنا تھا، اور بار بار سنا تھا، اگرچہ میں بہت چھوٹا تھا لیکن والد مرحوم جن دو تین بزرگوں کے نام بڑی عظمت و احترام کے ساتھ لیتے اور ان کے علم و عمل کی تعریف کیا کرتے تھے، ان میں حضرت شیخ الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی اور مولانا ابو طیب شمس الحق محدث صاحب عون المعبود و غایۃ المقصود کا ذکر کسی نہ کسی وقت ضرور آجاتا تھا۔ میں تو اس وقت اس قابل نہ تھا کہ مجھ سے ان بزرگوں کا تذکرہ کیا جاتا مگر دوسرے اہل علم کے سامنے میں نے ان عظیم المرتبت خدام حدیث کا ذکر بار بار سنا۔

مولانا شمس الحق محدث، میاں نذیر حسین محدث دہلوی کے ارشد تلامذہ میں تھے اور والد مرحوم بھی میاں صاحب کے دور اواخر کے شاگردوں میں سے تھے۔ میاں نذیر حسین کے بھانجے مولانا حکیم محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم بھی میرے والد مرحوم کے اساتذہ میں تھے۔ ان سے بھی میں نے مولانا شمس الحق صاحب کا ذکر خیر اور ان کے علم و اخلاص کی بڑی تعریف سنی۔ والد مرحوم کی وفات کے وقت میں صرف دس سال کا تھا، لیکن مولانا محمد اسمٰعیل صاحب اس کے بعد بھی تقریباً دس سال زندہ رہے۔ وہ جب کبھی مولانا شمس الحق صاحب کا ذکر کرتے بڑے احترام اور بڑی تعریفوں کے ساتھ کرتے تھے۔ میں نے تو مولانا شمس الحق صاحب کو نہیں پایا۔ میں اس وقت عالم وجود ہی میں نہیں آیا تھا۔ کیسے دیکھتا، مولانا شمس الحق محدث کی وفات ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء میں ہوئی۔ اور میں اس کے کچھ دنوں کے بعد پیدا ہوا۔ والد مرحوم کی وفات کے بعد مجھے میاں نذیر حسین کے دوسرے جلیل القدر شاگرد مولانا عبد الرحمٰن اعظمی کے پاس مئو ضلع اعظم گڑھ بھیج دیا گیا۔ اس

زمانہ میں مولانا ابو العلا، عبد الرحمٰن مبارک پوری زندہ تھے، میں نے ان سے بھی تعلیم حاصل کی۔ وہاں جب بھی ذکر آیا یہی سنا کہ مولانا شمس الحق علم حدیث کے بے مثال عالم تھے اور انھوں نے اتنی خدمت علمِ حدیث کی بجالائی کہ خود مولانا عبد الرحمٰن مبارک پوری مولف تحفۃ الاحوذی شرح الترمذی اپنی خدمات کو ان کے مقابلے میں کمتر قرار دیتے تھے۔ حالانکہ دوسرے اہلِ علم جانتے ہیں کہ برِّصغیر پاک و ہند میں جو کتابیں علم حدیث میں لکھی گئی ہیں، ان میں تحفۃ الاحوذی کو ایک بلند مقام حاصل ہے، اور شاید علمائے حدیث عون المعبود اور تحفۃ الاحوذی کو ایک دوسرے کے ہم پلّہ ہی قرار دیں۔

میں نے عون المعبود مولانا عبد الرحمٰن اعظمی سے پڑھی، اور مقدمہ تحفۃ الاحوذی خود مولانا مبارک پوری سے، یہ میری خوش قسمتی تھی کہ مجھے شیخ الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی کے ان دونوں ارشد تلامذہ سے استفادہ کا موقع میسّر آیا۔

نظامی بدایونی نے اپنی مشہور کتاب قاموس المشاہیر جلد دوم صفحہ ۲ پر مولانا شمس الحق مرحوم کا مختصر سا تذکرہ کیا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:۔

"شمس الحق محدث (مولانا) ساکن ڈیوان ضلع عظیم آباد پٹنہ، کنیّت ابو طیب۔ مولانا نذیر حسین دہلوی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔

حدیث میں یہ پایہ تھا کہ عرب، عسیر، بغداد، عمان، نجد و فارس و مغرب کے طلبہ استفادہ کے لیے آتے تھے۔"

اس کے بعد ان کی بعض تصنیفات مثلاً غایۃ المقصود شرح سنن ابی داود، ہدیۃ اللوذعی بنکات الترمذی، شرح مقدمۂ مسلم اور افادۃ الرسوخ بمعرفۃ الشیوخ کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:۔

"بعارضۂ طاعون ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۹۱۱ء میں انتقال فرمایا۔"

شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب محدث دہلوی کے فیض یافتگان کے سوا بھی بہت سے علمائے حدیث سے عون المعبود کی بڑی تعریفیں سنی ہیں۔ شیخ حسین یمانی کے مشہور شاگرد مولانا حیدر حسین خاں صاحب ٹونکی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں شیخ الحدیث تھے، میں نے ان کو سنن ابی داود کا درس دیتے دیکھا ہے بلکہ بہت دنوں تک ان کے درس میں بطور ایک طالب علم کے

شریک رہا ہوں۔ میں نے انھیں ہمیشہ عون المعبود سے استفادہ کرتے اور مولانا شمس الحق ڈیانوی مرحوم و مغفور کے وسعت مطالعہ اور عبور فن کی تعریف کرتے سنا۔ بلکہ ان کی رائے تو یہ تھی کہ امام ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ کی شہرۂ آفاق کتاب فتح الباری شرح صحیح البخاری کے انداز میں مجموعۂ احادیث کی محدثانہ کوئی شرح عون المعبود سے بہتر نہیں لکھی گئی۔

میں نے عون المعبود تو پڑھی ہے اور دو ایک مختصر رسالے مولانا شمس الحق مرحوم کے دیکھے ہیں۔ میری رائے بھی یہی ہے کہ کسی مجموعۂ احادیث کی محدثانہ شرح جو فتح الباری کے انداز کی ہو عون المعبود سے بہتر میری نظر سے نہیں گزری، والعلم عنداللہ

مولانا مرحوم ضلع پٹنہ کے ایک قصبہ ڈیانوان کے ایک خوش حال گھرانے میں ۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے اور ۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء میں وفات پائی۔ یعنی اپنے استاد میاں نذیر حسین مرحوم المتوفی ۱۳۲۰ھ کے بعد وہ صرف نو سال عالم آب و گل میں رہے۔ عمر بھی میاں صاحب سے کم پائی۔ حقیقۃً یہ بات دیکھنے کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بندہ کو جتنی بھی حیات عطا فرمائی، اس بندہ نے اسے کہاں صرف کیا۔ حیات طویل ہو یا نسبتہً قصیر، زندگی کی کامیابی اور ناکامی کا پیمانہ نہیں ہے بلکہ پیمانہ علم و عمل ہے۔ مولانا شمس الحق محدث مرحوم کی حیات مبارکہ اور ان کے تصنیفی و تدریسی کارناموں کو دیکھ کر ہر آدمی ایک ہی نتیجے پر پہنچتا ہے کہ اس نیک بندہ کو اگر اللہ تعالیٰ نے حافظہ، ایمان اور اخلاص عطا فرمایا تو اس نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ سنّت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تبلیغ اور اشاعت پر صرف کر دیا۔ ساری عمر ایک ہی دھن میں زندگی بسر کی، اور اپنی جان بلکہ بڑی حد تک اپنی دولت و تونگری کو بھی اس مقصد پر لگا دیا۔

جزاہ اللہ خیرالجزاء

ڈیانوان:۔ قصبہ ڈیانوان ایک چھوٹا سا قصبہ بلکہ ضلع پٹنہ کا ایک گاؤں ہے۔ یہاں فتوحہ، اسلام پور لائٹ ریلوے کا ایک اسٹیشن ڈیانواں ہی کے نام سے قایم ہے۔ میرا قدیم وطن مخدوم پور نام کا ایک گاؤں تھا۔ یہ گاؤں اسلام پور سے قریب اور ڈیانواں سے بھی کچھ بہت زیادہ دور نہ تھا۔ اب بھی ڈیانواں موجود اور آباد ہے اور مخدوم پور بھی آباد ہے۔ صوبۂ بہار میں شرفاء اور اہل علم کی زیادہ آبادیاں دیہاتوں میں تھیں، اور یہ لوگ اکثر بندوبست دوامی کے

زمیندار تھے۔ اس لیے دو باتیں بہار کے دیہاتوں میں پیدا ہو گئی تھیں۔ اوّل تو یہ کہ ان میں تعلیم و تعلم کا چرچا بہت تھا۔ جہاں کہیں ایک بھی قابلِ ذکر عالم پیدا ہو جاتا۔ وہاں طلبہ آتے اور اس گاؤں کی حیثیت ایک مدرسہ کی ہو جاتی۔ دوم یہ کہ ان علمار کے ذوقِ علمی کی وجہ سے گاؤں میں ایک کتب خانہ جمع ہو جاتا۔ اور کہیں کہیں تو یہ کتب خانہ بڑھتے بڑھتے اتنا بڑا ہو جاتا کہ دوسرے مقامات سے لوگ ان سے استفادہ کے لیے آتے اور مطالعہ کرتے۔ مولانا مرحوم کی وجہ سے ڈیانواں کو بھی یہ مرتبہ حاصل ہو گیا تھا کہ عرب و عجم کے طلبہ مختلف اوقات میں وہاں آتے۔ مولانا مرحوم ان کی میزبانی کرتے اور وہ طویل عرصہ تک مولانا شمس الحق محدث کے علم اور ان کے کتب خانہ سے استفادہ کرتے تھے

مجھے یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ مولانا شمس الحق مرحوم کے سعادت مند پر پوتے جناب عبدالرقیب صاحب نے مولانا مرحوم کی ایک مختصر مگر جامع سوانح عمری تیار کر لی ہے اور وہ اب مرحلۂ طباعت میں ہے۔ میں نے یہ چند سطور جناب عبدالرقیب صاحب کی فرمایش پر بطور یادداشت لکھ دیں کہ :-

فی الجملہ نسبتے بہ تو کافی بود مرا
بلبل ہمیں کہ قافیۂ گل شود بس است

عبدالقدوس ہاشمی
کراچی۔ عیدالفطر ۱۴۰۴ھ (۳۰ جون ۱۹۸۴ء)

مقدمہ

از مؤلف

برصغیر پاک و ہند میں علم حدیث کی نشأۃ ثانیہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (١١١٤ - ١١٧٦ھ) کے ہاتھوں شروع ہوئی۔ انھوں نے سفر حجاز سے واپسی (١١٤٥ھ) کے بعد اپنی پوری زندگی ترویج حدیث اور اشاعتِ سنّت میں صرف کر دی۔ درس و تدریس اور وعظ و ارشاد کے علاوہ انھوں نے خصوصیت کے ساتھ تصنیف و تالیف پر توجہ دی، متعدد کتابیں حدیث و متعلقاتِ حدیث پر لکھیں جن میں موطا امام مالک کی دو شرحیں "مسوی" (عربی) اور "مصفی" (فارسی) "شرح تراجم ابواب صحیح البخاری" اور "حجۃ اللہ البالغہ" مشہور ہیں۔ ان سب کتابوں میں انھوں نے احادیث پر تحقیقی کلام اور فقہی مسائل میں کسی مسلک کی ترجیح کے وقت فقہائے محدثین کی روش اختیار کی، ایک تفصیلی جائزے کے مطابق صرف "مسوی" اور "مصفی" میں انھوں نے ٨٠ فی صد مسائل کے اندر حنفی مسلک کو مرجوح اور ضعیف قرار دیا ہے[1] ان کتابوں کے علاوہ اصولی طور پر مسلک اہل حدیث کی وضاحت اور تائید کے لئے انھوں نے "الانصاف فی بیان سبب الاختلاف" اور "عقد الجید فی أحکام الاجتہاد والتقلید" لکھی۔ اور اخیر عمر میں جو وصیت نامہ "المقالۃ الوضیۃ فی النصیحۃ والوصیۃ" کے نام سے مرتّب کیا تھا اس میں بھی فقہائے محدثین کی روش اختیار کرنے کی ترغیب دی۔

---

(١) دیکھئے: الرحیم (حیدر آباد سندھ) جس میں ایک فاضل مقالہ نگار مولانا محمد مظہر بقا ایم اے نے شاہ صاحب کے فقہی مسلک کا تذکرہ ان کی تالیفات کی روشنی میں کیا ہے۔ (شمارہ مئی و جون ١٩٦٥ء)

شاہ صاحب کے معاصرین میں مولانا محمد فاخر زائر الہ آبادیؒ (م ۱۱۶۴ھ) مولانا محمد حیات سندھی (م ۱۱۶۳ھ) اور مولانا محمد معین ٹھٹھویؒ (م ۱۱۶۱ھ) بھی اس لحاظ سے قابلِ ذکر ہیں کہ انھوں نے اپنے اپنے علاقوں میں اشاعتِ سنّت کا کام ایسے وقت میں شروع کیا جب کہ اس کا تصوّر بھی جرم سمجھا جاتا تھا۔ اس سلسلے میں انھیں اذیتیں بھی برداشت کرنی پڑیں مگر مسلکِ حق کی طرف دعوت سے باز نہ آئے۔ ہر ایک نے کئی کتابیں بھی یادگار چھوڑیں جن میں آخر الذکر کی "دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب" کافی مشہور ہوئی۔ مولانا محمد فاخر زائر کی "نور السنۃ" اور "رسالہ نجاتیہ" اور مولانا محمد حیات سندھی کی "تحفۃ الانام فی العمل بحدیث خیر الانام"، اور "الایقاف فی بیان سبب الاختلاف" بھی اپنے اپنے زمانے میں جمود و تقلید کے خلاف بڑی کارآمد کتابیں تھیں۔ ان کے ذریعہ عمل بالحدیث کے لیے فضا ہموار ہوئی، آئندہ بھی اشاعتِ سنّت کے سلسلے میں ان سے بڑا فائدہ ہوا۔

بارہویں صدی ہجری کے بعد شاہ صاحب کے اولاد و احفاد اور تلامذہ و متوسلین کی ایک بڑی تعداد نظر آتی ہے۔ انھوں نے شاہ صاحب کی وصیّت پر عمل کرتے ہوئے اشاعتِ حدیث کا بیڑا اٹھایا۔ شاہ ولی اللہ کی وفات (۱۱۷۶ھ) کے بعد شاہ عبدالعزیزؒ (م ۱۲۳۹ھ) اپنے والد کے مسندِ درس پر بیٹھے، اور برسوں درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ آزادیٔ فکر کی وہی دعوت، جو شاہ ولی اللہ کا طرۂ امتیاز تھی شاہ عبدالعزیز کے ہاں بھی نظر آتی ہے۔ انھوں نے اپنی فارسی تفسیر "فتح العزیز" میں صاف طور پر تقلید کی تردید کرتے ہوئے عمل بالحدیث کی طرف توجہ دلائی ہے۔

شاہ عبدالعزیز ہی کے زمانے میں "تحریکِ مجاہدین"، کا آغاز ہوتا ہے، جس نے ہندوستان گیر پیمانے پر اپنا اثر ڈالا۔ اس تحریک کے امیر اگرچہ سیّد احمد شہیدؒ (م ۱۲۴۶ھ) مقرر ہوئے، مگر اس کے علمی و فکری قائد اور روحِ رواں درحقیقت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ (م ۱۲۴۶ھ) تھے۔ خود سیّد احمد شہید اکثر دعوتی و تنظیمی امور کے سلسلے میں ان پر اعتماد کرتے تھے۔ چونکہ شاہ اسمٰعیل شہید تقلید و جمود کے منکر اور شرک و بدعت کے سخت مخالف تھے، اس لیے تحریک کو

بھی انھوں نے توحید خالص، اتباعِ سنت اور رفض بدعات و خرافات کی بنیادوں پر آگے بڑھایا۔ اس سلسلے میں انھوں نے متعدد کتابیں بھی تالیف فرمائیں، جن میں "تقویۃ الایمان" کافی مشہور ہوئی۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۲۴۲ھ میں کلکتہ سے شائع ہوا تھا۔ اس وقت سے آج تک خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کے کتنے ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ ایک سرسری اندازے کے مطابق چالیس پچاس لاکھ سے کم نہ چھپی ہوگی۔ کروڑوں آدمیوں نے اسے پڑھا اور ہدایت کی روشنی حاصل کی۔ بقول غلام رسول مہر (م ۱۹۷۱ء) "یہ ایسا شرف ہے جو تقویۃ الایمان کے سوا اردو کی کسی دوسری کتاب کو شاید ہی نصیب ہوا ہو"۔(۱)

تحریک شہیدین کے مذہبی، سیاسی اور ادبی اثرات کا یہاں جائزہ لینا مقصود نہیں(۲)۔ البتہ اس حقیقت کا اظہار ضروری ہے کہ اسی تحریک کی بدولت ہندوستان گیر پیمانے پر عمل بالحدیث کا رواج ہوا۔ اس سے قبل انفرادی طور پر بعض لوگوں کی کوششیں اگرچہ قابلِ قدر ہیں مگر ان سے صرف نظری و فکری اصلاح ہوئی تھی، عملی طور پر تحریک شہیدین ہی سے زیادہ فائدہ پہنچا۔ مجاہدین میں مولانا عنایت علی صادق پوری (م ۱۲۷۴ھ) مولانا ولایت علی صادق پوری (م ۱۲۶۹ھ) مولانا محمد علی رام پوری (م ۱۲۵۸ھ) مولانا حیدر علی رام پوری (م ۱۲۷۷ھ) نے ہندوستان کے چپے چپے میں گھوم کر دعوت و تبلیغ کا کام کیا۔ ان کے علاوہ مولانا ابو اسحاق

---

(۱) مقدمہ تقویۃ الایمان، ص ۱۶ (لاہور ۱۹۷۴ء)۔ مہر صاحب نے پہلے ایڈیشن کی تاریخ ۱۲۴۳ھ لکھی ہے جو درست نہیں ہے۔ چوں کہ یہ ایڈیشن ان کے پیش نظر نہ تھا اس لیے ان کا شائع کردہ متن بھی اصل سے بہت مختلف ہے۔ راقم الحروف اس کے پہلے ایڈیشن اور بعض قدیم تر مخطوطات کی بنیاد پر اسے مرتب کر رہا ہے۔

(۲) تفصیل کے لیے دیکھیے: "ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک" (مسعود عالم ندوی)، "سید احمد شہید"، "جماعت مجاہدین" اور "سرگزشت مجاہدین" (غلام رسول مہر)، "اردو میں وہابی ادب" (خواجہ احمد فاروقی)، "اپنی تلاش میں"، حصہ اول (کلیم الدین احمد)، DR. QIYAMUDDIN AHMAD, WAHABI MOVEMENT IN INDIA

پھلواوی (م ۱۲۳۴ھ)، مولانا خرم علی بلہوری (م ۱۲۶۰ھ)، مولانا اولاد حسن قنوجی (م ۱۲۵۳ھ)، مولانا احمد حسن عرشی (م ۱۲۷۷ھ)، عبدالحق بنارسی (م ۱۲۸۶ھ)، مولانا عبداللہ خاں علوی، حکیم مومن خاں مومن (م ۱۲۶۹ھ)، مولانا جعفر علی نقوی، مولانا عبداللہ جھاؤ میاں الٰہ آبادی (م بعد ۱۳۰۰ھ)، مولانا بشیر الدین قنوجی (م ۱۲۹۶ھ) اور مولانا سخاوت علی جونپوری (م ۱۲۷۴ھ) وغیرہم نے تصنیف وتالیف، درس وتدریس، وعظ وارشاد اور شاعری کے ذریعہ حدیث و سنّت کی اشاعت کی[1]۔ ان کی کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوستان کے ہر علاقے میں حدیث کی نشر واشاعت کے لیے مدارس قائم ہونے لگے۔ اب تک چھاپے خانوں کا رواج زیادہ نہ ہوا تھا، چنانچہ لکھ لکھ کر کتب حدیث پھیلائی جاتیں۔ عوام کے لیے احادیث کے ترجمے اور انتخابات اردو اور فارسی میں تیار کیے جاتے تاکہ وہ براہِ راست حدیثِ رسول سے مستفید ہو سکیں۔ کتب حدیث میں سے صحاح ستہ، موطا امام مالک، مشکوٰۃ المصابیح اور بلوغ المرام کی تدریس کا سلسلہ ہندوستان میں چاروں طرف شروع ہوا اس طرح حدیث وسنت کو جو فروغ ہوا وہ محتاج بیان نہیں۔

معرکۂ بالاکوٹ (۱۲۴۶ھ) کے بعد اس تحریک کی قیادت خاندانِ صادق پور نے کی۔ انھوں نے اندرونِ ہند اور بیرونِ سرحد پر سو سال سے زیادہ (۱۲۴۶-۱۳۶۷ھ) باقاعدہ امارت کا سلسلہ برقرار رکھا۔ علمائے اہلِ حدیث نے اس عرصے میں پوری تن دہی کے ساتھ تجدید واحیاے دین کا کام کیا۔ اس سلسلے کی ساری مصیبتیں اور مشقتیں انھوں نے جھیلیں، جانی و مالی قربانیاں پیش کیں، جزیرہ انڈمان ان کے دم سے آباد ہوا، اور اس تحریکِ جہاد کے خلاف

---

(۱) افسوس کہ اشاعتِ حدیث کی تاریخ لکھتے وقت شاہ اسمٰعیل شہید کے بعد اکثر حضرات ان لوگوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اور چھلانگ لگا کر نواب صدیق حسن خاں (م ۱۳۰۷ھ) اور سید نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) کی خدمات کا ذکر کرنے لگتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان لوگوں کے کارناموں کا تفصیل سے تذکرہ کیا جائے تاکہ تاریخی طور پر درمیان کی کوئی کڑی مفقود نہ ہو۔ راقم الحروف نے "تذکرہ علمائے اہلِ حدیث ہند" میں ان لوگوں کے حالات لکھ دیے ہیں، اس لیے یہاں صرف ضروری تنبیہ پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔

انگریزوں نے عام دار و گیر کے علاوہ جو بڑے بڑے چھ مقدمے قائم کیے ان میں بھی ماخوذ ہوئے اور سزا کے مستحق قرار پائے۔

ان سیاسی سرگرمیوں کے علاوہ (جن کا سلسلہ اندرونِ ہند جاری تھا) گزشتہ صدی میں اشاعتِ سنّت کے دو بڑے مراکز ہندوستان کے اندر موجود تھے جن میں سے ہر ایک کا اپنا مخصوص رجحان اور طریقۂ کار تھا۔

۱- **علمی مرکز** (بھوپال) جہاں نواب صدیق حسن خاںؒ (م ۱۳۰۷ھ) کے زیرِ نگرانی علمی و تحقیقی کام ہو رہا تھا۔ خود انھوں نے مختلف موضوعات پر عربی، اردو اور فارسی میں ۲۲۲ کتابیں تالیف فرمائیں، ساتھ ہی ہندوستان کے مختلف علاقوں میں متعدد علماء کو دفاعِ حدیث اور ردِّ بدعات کے سلسلے میں کتابوں کی تالیف پر مامور کیا اور ان کے لیے وظیفے متعین کیے۔ ان علماء میں خصوصیت کے ساتھ مولانا وحید الزماں حیدر آبادیؒ (م ۱۳۳۸ھ)، مولانا محمد سعید بنارسیؒ (م ۱۳۲۲ھ) اور مولانا ابو المکارم محمد علی مئویؒ (م ۱۳۵۲ھ) قابلِ ذکر ہیں۔ بھوپال میں بھی انھوں نے بہت سے علماء و فضلاء کو جمع کر رکھا تھا، جن میں شیخ حسین بن محسن یمانیؒ (م ۱۳۲۷ھ)، مولانا محمد بشیر سہسوانیؒ (م ۱۳۲۶ھ)، مولانا سلامت اللہ جیراج پوریؒ (م ۱۳۲۲ھ) اور مولانا عبد الرشید شوپیانی کشمیری بڑی شہرت رکھتے ہیں۔

کئی مطابع بھی نواب صاحب نے بھوپال میں قائم کیے، ان میں نیز بیرونِ ہند (مصر و ترکی) کے مطابع میں حدیث کی بعض اہم کتابیں طبع کروائیں اور اس سلسلے میں گراں قدر مصارف برداشت کیے، پھر انھیں مفت تقسیم کروایا۔ ان کتابوں میں "فتح الباری" لابن حجر اور "نیل الاوطار" للشوکانی بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ ایسے وقت میں جب کہ کسی کو صحیح بخاری یا مشکوٰۃ المصابیح کے نسخے بھی بہ مشکل دستیاب ہوتے تھے، فتح الباری جیسی ضخیم کتابوں کی طباعت و اشاعت اور مفت تقسیم کا اہتمام کرنا بجائے خود کتنا اہم تھا، محتاجِ بیان نہیں ــــــ نواب صاحب نے صرف اسی پر بس نہیں کیا بلکہ حفظ حدیث کے سلسلے میں انعامات بھی مقرر کیے، نتیجۃً متعدد باہمت حضرات نے پوری صحیح بخاری یا صحیح مسلم حفظ کر ڈالی اور انعام کے مستحق ہوئے ان میں حافظ عبد الوہاب نابینا دہلویؒ (م ۱۳۳۸ھ) اور مولانا عبد التواب غزنوی علی گڑھیؒ

جیسے خوش قسمت علماء شامل تھے۔

۲۔ تعلیمی مرکز: (دہلی، جہاں میاں نذیر حسین محدث دہلویؒ (م ۱۳۲۰ھ) نے شاہ محمد اسحاق (م ۱۲۶۲ھ) کی ہجرت (۱۲۵۸ھ) کے بعد مسندِ درس سنبھال رکھا تھا، اور مکمل ۶۲ سال تک کتاب و سنّت کی تدریس و تعلیم میں یکسوئی کے ساتھ مشغول رہے۔ اس عرصے میں بلا مبالغہ ہزاروں طلبا ان سے مستفید ہوئے اور ہندوستان کے کونے کونے میں پھیل گئے۔ بیرونِ ہند سے بھی لوگ جوق درجوق آتے اور اپنی علمی پیاس بجھاتے۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ بلا اختلاف مسلک و مشرب بعد کی کوئی بھی بڑی شخصیت ہندوستان میں ایسی نظر نہیں آتی جو ان کے سلسلۂ تلمذ سے منسلک نہ ہو۔ ہندوستان کیا، پورے عالمِ اسلام میں اس صدی کے اندر کثرتِ تلامذہ میں میاں صاحب کی نظیر نہیں ہے۔ میاں صاحب کے تلامذہ نے ہندوستان میں پھیل کر خدمتِ اسلام کا ایک ایک میدان سنبھال لیا، اور پوری زندگی اشاعت کتاب و سنّت میں گذار دی۔ ذیل میں ہم چند مشہور تلامذہ کے سرسری تذکرے پر اکتفا کرتے ہیں۔

درس و تدریس اور کثرتِ تلامذہ میں میاں صاحب کے جانشین: حافظ عبدالمنان وزیر آبادیؒ[1] (م ۱۳۳۴ھ)، حافظ عبداللہ غازی پوریؒ[2] (م ۱۳۳۷ھ)، مولانا محمد بشیر سہسوانیؒ (م ۱۳۲۶ھ)، مولانا عبدالوہاب ملتانی دہلویؒ (م ۱۳۵۱ھ)، مولانا احمد اللہ پرتاپ گڈھیؒ (م ۱۳۶۲ھ)، مولانا عبدالجبار عمرپوریؒ (م ۱۳۳۴ھ)، مولانا غلام حسن سیالکوٹیؒ (م ۱۳۳۱ھ) وغیرہم تھے۔ انھوں نے ساری زندگی حدیث پڑھنا اور پڑھانا مشغلہ رکھا۔

دوسری طرف مولانا ابراہیم آرویؒ (م ۱۳۱۹ھ)، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادیؒ (م ۱۳۳۶ھ)، مولانا سلامت اللہ جیراج پوریؒ (م ۱۳۲۲ھ)، مولانا عبدالغفار مہدانویؒ (م ۱۳۱۵ھ)، مولانا عبدالرحیم بنگالیؒ[3] (م ۱۳۸۰ھ) وغیرہم نے دعوت و تبلیغ کے ذریعہ

---

(۱) ان کے متعلق مولانا شمس الحق عظیم آبادی فرماتے ہیں: "لا أعلم أحداً في تلامذة السيد نذير حسين المحدث أكثر تلامذة منه، قد ملأ پنجاب بتلامذته" (نزهة الخواطر ۳۱۲/۸)

(۲) ان کے کثیر التلامذہ ہونے کی شہادت سید سلیمان ندوی (م ۱۹۵۳ء) نے دی ہے۔ دیکھیے: مقدمہ "تراجم علمائے حدیث ہند"

(۳) راقم الحروف کے نانا

تحریک اصلاح و تجدید کی آبیاری کی، اور پورے ہندوستان کو اپنی تگ و تاز کا مرکز بنایا۔

تیسری طرف مولانا عبداللہ غزنوی (م ۱۲۹۸ھ)، مولانا عین الحق پھلواروی (م ۱۳۳۳ھ)، مولانا غلام رسول قلعہ میہان سنگھ والے (م ۱۲۹۱ھ)، مولانا محمد بن بارک اللہ لکھوی (م ۱۳۱۲ھ) اور مولانا عبدالجبار غزنوی (م ۱۳۳۱ھ) وغیرہم نے تصوف و سلوک کی راہوں سے آئی ہوئی بدعات کی تردید کرتے ہوئے صحیح اسلامی زہد و عبادت اور روحانیت کا درس دیا، اور مدتوں عوام و خواص کی تربیت کا کام کرتے رہے۔

علمی و تصنیفی کام کے سلسلے میں مولانا شمس الحق عظیم آبادی (م ۱۳۲۹ھ)، مولانا محمد سعید بنارسی (م ۱۳۲۲ھ)، مولانا وحیدالزماں حیدرآبادی (م ۱۳۳۸ھ)، مولانا ابوالحسن سیالکوٹی، مولانا احمد حسن دہلوی (م ۱۳۳۸ھ)، شیخ محی الدین لاہوری، مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری (م ۱۳۵۳ھ)، اور مولانا عبدالسلام مبارک پوری (۱۳۴۲ھ) ...... وغیرہ بیسیوں حضرات کے نام لیے جاسکتے ہیں جنھوں نے علم حدیث پر خصوصاً، اور دیگر دینی موضوعات پر عموماً عربی، اردو اور فارسی میں گراں قدر لٹریچر تیار کیا، جن کی اہمیت آج بھی مسلّم ہے۔

باطل افکار و نظریات کی تردید، اور دین اسلام اور مسلک حق کی تائید کا کام مولانا محمد حسین بٹالوی (م ۱۳۳۸ھ)، قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری (م ۱۳۴۹ھ) مولانا عبیداللہ پائلی (م ۱۳۱۰ھ)، مولانا ثناء اللہ امرتسری (م ۱۳۶۷ھ)، مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی (م ۱۳۶۹ھ)، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (م ۱۹۵۶ء) ...... وغیرہم نے کیا، ان لوگوں نے قادیانیت، آریت، عیسائیت، شیعیت، انکار حدیث اور بریلویت کا قلع قمع کرکے اسلام کی حقانیت اور مسلک اہل حدیث کی سچائی ثابت کی اور اپنے مقصد میں کامیاب رہے۔

میاں صاحب کے تلامذہ میں سے بہتوں نے صادق پوری خاندان کے ساتھ مل کر تحریک جہاد کو منظم کیا، اس سلسلے میں بڑی بڑی قربانیاں پیش کیں، اور ہمیشہ انگریزوں کی نظروں میں کھٹکتے رہے، مثلاً: مولانا ابراہیم آروی (م ۱۳۱۹ھ)، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی (م ۱۳۳۶ھ)، مولانا عبداللہ غازی پوری (م ۱۳۳۷ھ) اور مولانا اکرم خاں (م ۱۹۶۸ء) ...... وغیرہم۔

میاں صاحب اور ان کے تلامذہ کا یہ مختصر تذکرہ اس حقیقت کا اظہار کرنے کے لیے کافی ہے کہ عصرِ حاضر میں برّصغیر کے اندر اسلام کی نشر و اشاعت، حدیث و سنّت کی حمایت، باطل افکار و نظریات کی تردید اور مسلکِ حق کی تائید کا کام جس قدر علمائے اہلِ حدیث نے کیا ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔

یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ ضروری معلوم ہوتا ہے، وہ یہ کہ علمائے اہلِ حدیث کا مقصد صرف فقہ کے چند مسائل نہ تھے، بلکہ امامتِ کبریٰ، توحید خالص اور اتباعِ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بنیادی تعلیمات تھیں۔ اس مقصد کی خاطر انھوں نے مختلف ذرائع استعمال کیے۔

سب سے پہلے تو کتاب و سنّت کی اشاعت کے لیے دو قسم کے درس کا آغاز کیا، ایک عوام کے لیے بعد نماز فجر مساجد میں، دوسرا دینی تعلیم کی اشاعت و طلبا کے لیے (مدارس و جامعات کی صورت میں)۔ اوّل الذکر درس میں قرآن مجید کی چند آیات کی تلاوت کے بعد سادہ ترجمہ سُنایا جاتا تھا، بعد ازاں قرآن و حدیث کی روشنی میں ان آیات کی تفسیر بیان کر کے مسائل و احکام پر تفصیلی بحث کی جاتی تھی۔ اس قسم کے درس کا بڑا فائدہ یہ ہوا کہ عوام کو قرآن فہمی کے مواقع میسّر آنے لگے اور ان کے لیے شریعت کے مسائل و احکام کو سمجھنا آسان ہو گیا —— مستقل دینی تعلیم کے لیے طلبہ کے واسطے دینی مدارس قائم کیے جن کا سلسلہ برّصغیر کے طول و عرض میں پھیلا ہوا ہے۔ عصری تقاضوں کی روشنی میں عربی نظامِ تعلیم میں اصلاح، نصاب میں ترمیم اور طلبہ کی تربیت کے لیے ہوسٹل کی تعمیر وغیرہ کا کام بھی سب سے پہلے علمائے اہلِ حدیث نے کیا۔ اس سلسلے میں مولانا ابراہیم آروی (م ۱۳۱۹ھ) کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں، جنھوں نے ۱۲۹۷ھ میں "مدرسہ احمدیہ" (آرہ) کی بنیاد ڈالی جہاں قدیم و جدید دونوں حلقوں کے علمار و اہلِ علم کو "جلسۂ مذاکرہ علمیہ" میں ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا، اور علی گڑھ و دیوبند کے درمیان نظریاتی اختلافات کے ازالے کی کوشش کی —— سید سلیمان ندوی (م ۱۹۵۳ء) نے مذکورہ بالا حقائق کا اعتراف کھلے لفظوں میں کیا ہے (۱)۔ تعجب ہے کہ اس کے باوجود آج ان

---

(۱) دیکھیے: "نقوش" لاہور (آپ بیتی نمبر) ۱/۷۷، "تراجم علمائے حدیث ہند" (مقدمہ) ۱/۳۶، "حیاتِ شبلی" ۳۰۸ (طبع اعظم گڑھ ۱۹۷۰ء)

تمام اصلاحات کے سلسلے میں سب سے پہلے "ندوۃ العلماء" (قائم شدہ ۱۳۱۱ھ) اور اس کے "دارالعلوم" (قائم شدہ ۱۳۱۶ھ) کا ذکر کیا جاتا ہے!!

مدرسہ احمدیہ (آرہ) کے علاوہ سیکڑوں ایسے جامعات اور مدارس ہیں جہاں اعلیٰ دینی تعلیم کا انتظام ہے۔ یہاں ان کی مختصر فہرست بھی پیش کرنا طوالت کا موجب ہوگا۔[1] تمام اہل حدیث مدارس کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ یہاں قرآن و حدیث کی تعلیم ہر درجہ اور جماعت کے لیے لازمی قرار دی جاتی ہے، پورا قرآن مجید ترجمہ و تفسیر کے ساتھ پڑھایا جاتا ہے، پوری صحاح ستہ کی تدریس بھی ضروری جزوِ تعلیم ہے۔ فقہ حدیث کے ساتھ حنفی و مالکی اور تقابلی فقہ بھی پڑھائی جاتی ہے۔ دیگر علوم جدیدہ و قدیمہ، اور انگریزی اور قومی زبانوں پر بھی کما حقہ توجہ دی جاتی ہے، تاکہ طلبہ فراغت کے بعد کتاب و سنّت کی نشر و اشاعت کا کام پورے احساس ذمہ داری اور علمی لیاقت کے ساتھ کریں۔

مدارس کے علاوہ علمائے اہل حدیث نے نایاب اور اہم دینی کتابوں کی اشاعت کے لیے مطابع (چھاپے خانے) بھی قائم کیے جہاں علمِ حدیث کی خصوصاً اور دوسرے موضوعات پر عموماً بیش قیمت اور نادر کتابیں طبع ہوئیں۔ ان مطابع میں شیخ محی الدین لاہوری کا "مطبع محمدی" (لاہور)، مولوی محمد معظم کا "مطبع فاروقی" (دہلی)، مولوی عبدالمجید میرٹھی اور مولانا تلطف حسین عظیم آبادی کا "مطبع انصاری" (دہلی)، مدرسہ احمدیہ آرہ کا "مطبع خلیلی" (آرہ)، مولوی عطاء اللہ (ابن مولانا ثناء اللہ امرتسری) کا "ثنائی پریس" (امرتسر)، مولوی عبدالغفور غزنوی کا "مطبع انوارالاسلام" (امرتسر)، دارالعلوم احمدیہ سلفیہ کا "حمیدیہ برقی پریس" (دربھنگہ)، شیخ عبدالصمد شرف الدین کا "المطبعۃ القیمۃ" (بھیونڈی)، اور اخیر میں جامعہ سلفیہ بنارس کا "مطبعۃ الجامعۃ السلفیۃ" (بنارس) ..... وغیرہ بیسیوں مطابع کافی شہرت رکھتے ہیں۔ ان مطبوعات کی اگر کوئی مختصر فہرست بھی بنائی جائے تو ایک اچھی خاصی کتاب تیار ہو جائے ——— یہاں ہیں صرف

---

(۱) ایک مختصر جائزہ "ہندوستان میں اہلِ حدیث کی علمی خدمات" (طبع دہلی / لاہور) اور "جماعت اہلِ حدیث کی تدریسی خدمات" (طبع بنارس) میں ملاحظہ فرمایئے، مگر خیال رہے کہ دونوں میں بے شمار تاریخی اور علمی غلطیاں موجود ہیں۔

حدیث کی قدیم (اصل عربی) کتابوں کا تذکرہ کردینا چاہتا ہوں، جن میں سے اکثر پہلی بار انھیں مطابع سے شائع ہوئیں۔ ذیل کی فہرست میں کتابوں کے سامنے مطبع اور (اگر مل سکا تو) سنِ طباعت کا ذکر کردیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں جو محنت مجھے کرنی پڑی ہے اس کا اندازہ کچھ اہلِ تحقیق ہی لگا سکتے ہیں، اس طرح کی کوئی فہرست میرے علم میں اب تک کسی نے اس سے پہلے تیار نہیں کی ہے، جب کہ اس کے بغیر ہمارے اسلاف کی خدمتِ حدیث کا تذکرہ ہمیشہ ادھورا رہے گا۔

۱۔ صحیح بخاری (انصاری ۱۳۱۰ھ)

۲۔ صحیح مسلم (انصاری ۱۳۰۲ھ)

۳۔ سنن ابی داود (انصاری ۱۳۲۲ھ/ محمدی دہلی ۱۲۸۳ھ)

۴۔ جامع ترمذی (دہلی ۱۳۵۳ھ)

۵۔ سنن نسائی (انصاری ۱۳۱۵ھ)

۶۔ سنن ابنِ ماجہ (فاروقی)

۷۔ موطا امام مالک (فاروقی ۱۲۹۱ھ)

۸۔ مشکوٰۃ المصابیح (فاروقی ۱۳۰۷ھ)

۹۔ بلوغ المرام (فاروقی ۱۲۹۷ھ/ صدیقی ۱۲۹۹ھ)

۱۰۔ الأدب المفرد للبخاری (خلیلی ۱۳۰۶ھ)

۱۱۔ جزء رفع الیدین للبخاری (فاروقی ۱۲۹۹ھ)

۱۲۔ جزء القراءۃ خلف الامام للبخاری (فاروقی ۱۲۹۹ھ)

۱۳۔ التاریخ الصغیر للبخاری
الضعفاء الصغیر للبخاری } (الہ آباد ۱۳۲۵ھ / ولاہور ۱۹۷۷ء)
الضعفاء والمتروکون للنسائی

۱۴۔ المنفردات والوحدان لمسلم (مع التاریخ الصغیر والضعفاء الصغیر) (آگرہ ۱۳۲۳ھ)

۱۵۔ مسند الشافعی (خلیلی ۱۳۰۶ھ)

۱۶۔ مسند الإمام الأعظم أبی حنیفۃ بشرح القاری (محمدی ۱۳۰۶ھ)

۱۷- الترغیب والترھیب للمنذری (فاروقی ۱۲۹۲ھ، و ۱۳۰۰ھ، ولاہور ۱۳۴۴ھ)

۱۸- شرف أصحاب الحدیث للخطیب (دہلی ۱۳۴۵ھ/ لاہور)

۱۹- مصنف ابن ابی شیبہ (ملتان / بمبئی ۱۹۸۳ء)

۲۰- الفیۃ الحدیث للعراقی (فاروقی ۱۳۰۰ھ/ وملتان ۱۹۶۸ء)

۲۱- نزھۃ النظر لابن حجر (فاروقی ۱۲۹۵ھ/ بنارس ۱۳۹۴ھ)

۲۲- مقدمہ ابن الصلاح (المطبعۃ القیمۃ ۱۳۵۷ھ)

۲۳- اسبال المطر علی قصب السکر للامیر الصنعانی (ملتان)

۲۴- سنن الدارقطنی (فاروقی ۱۳۱۰ھ)

۲۵- المعجم الصغیر للطبرانی (انصاری ۱۳۱۱ھ)

۲۶- مجمع الزوائد للھیثمی (انصاری ۱۳۰۸ھ)

۲۷- مختصر شعب الایمان للبیھقی (فاروقی ۱۳۳۸ھ)

۲۸- مختصر قیام اللیل وقیام رمضان وکتاب الوتر للمروزی (لاہور ۱۲۹۹/ و ۱۳۲۰ھ)

۲۹- کتاب القرأۃ خلف الامام للبیھقی (دہلی)

۳۰- خلق أفعال العباد للبخاری (انصاری ۱۳۰۶ھ)

۳۱- العلو للذھبی (انصاری ۱۳۰۶ھ)

۳۲- زاد المعاد لابن القیم (انصاری)

۳۳- الاسماء والصفات للبیھقی (الہ آباد ۱۳۱۳ھ)

۳۴- تقریب التھذیب لابن حجر (فاروقی ۱۲۹۰ھ، و ۱۳۰۸ھ، ونول کشور)

۳۵- فتح الباری لابن حجر (انصاری ۱۳۰۲ھ — ۱۳۱۰ھ، وبولاق)

۳۶- مقدمہ فتح الباری لابن حجر (فاروقی)

۳۷- شرح النووی علی صحیح مسلم (انصاری ۱۳۰۲ھ، و ۱۳۰۹ھ)

۳۸- احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام لابن دقیق العید (انصاری ۱۳۱۳ھ)

۳۹۔ سبل السلام شرح بلوغ المرام للأمیر الصنعانی (فاروقی ۱۳۱۰ھ)

۴۰۔ حاشیۃ السندی علی صحیح مسلم للسندی (ملتان)

۴۱۔ جامع العلوم والحکم شرح خمسین حدیثا من جوامع الکلم لابن

۴۲۔ رجب الحنبلی (امرتسر)

۴۳۔ شرح حدیث ما ذئبان جائعان ..... لابن رجب (انصاری)

۴۴۔ منتقی الأخبار لمجد الدین ابن تیمیہ (فاروقی ۱۲۶۶ھ)

۴۵۔ ریاض الصالحین للنووی (فاروقی)

۴۶۔ سنن الدارمی (کانپور ۱۲۹۳ھ)

۴۷۔ تذکرۃ الموضوعات للفتنی
قانون الموضوعات والضعفاء للفتنی } (القاہرۃ ۱۳۴۲ھ / فاروقی ۱۲۹۲ھ)

۴۸۔ موضوعات کبیر لملا علی القاری (محمدی لاہور ۱۳۰۲ھ)

۴۹۔ موضوعات صغیر (المصنوع للقاری) (صدیقی لاہور / فاروقی ۱۲۹۲ھ)

۵۰۔ الفوائد المجموعۃ للشوکانی (صدیقی لاہور ۱۳۰۵ھ)

۵۱۔ العلل المتناہیۃ لابن الجوزی (لاہور ۱۹۷۹ء)

۵۲۔ الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ لابن حجر (فاروقی ۱۲۹۹ھ)

۵۳۔ التلخیص الحبیر فی تخریج أحادیث الرافعی الکبیر لابن حجر (انصاری ۱۳۰۷ھ)

۵۴۔ اسعاف المبطا برجال الموطا للسیوطی (انصاری ۱۳۲۰ھ)

۵۵۔ تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الأطراف للمزی
النکت الظراف علی الأطراف لابن حجر } (مطبعہ قیمہ ۱۹۶۵ — ۱۹۸۳ء)

۵۶۔ الاکمال فی اسماء الرجال للخطیب التبریزی (فاروقی ۱۳۰۷ھ / محمدی لاہور)

۵۷۔ المغنی فی ضبط أسماء الرجال للفتنی (فاروقی ۱۲۹۰ھ، و ۱۳۰۸ھ /
گوجرانوالہ ۱۹۷۳ء)

۵۸۔ المؤتلف والمختلف لعبد الغنی الأزدی (الہ آباد ۱۳۲۷ھ)

۵۹۔ مشتبہ النسبۃ للازدی (الہ آباد ۱۳۲۷ھ)

۶۰۔ المراسیل لابن ابی حاتم (حیدرآباد ۱۳۲۱ھ)

۶۱۔ تہذیب السنن لابن القیم }
۶۲۔ مختصر السنن للمنذری } (انصاری ۱۳۰۴ھ)

۶۳۔ السنن الکبری للنسائی (مطبعہ قیمہ)

۶۴۔ مسند عمر بن عبد العزیز للباغندی (ملتان ۱۳۴۰ھ)

۶۵۔ زہر الربی علی سنن النسائی }
حاشیۃ السندی علی سنن النسائی } (انصاری ۱۳۱۵ھ)

۶۶۔ تجرید صحیح البخاری للزبیدی (بھوپال ۱۲۹۹ھ)

۶۷۔ مختصر صحیح مسلم للمنذری (بھوپال ۱۳۰۲ھ)

۶۸۔ العلل الصغیر للترمذی (دہلی ۱۳۵۳ھ)

۶۹۔ امثال الحدیث للرامہرمزی (فیصل آباد ۱۹۸۰ء)

۷۰۔ الامثال فی الحدیث النبوی لابی الشیخ (بمبئی ۱۹۸۲ء)

۷۱۔ الالمام باحادیث الاحکام لابن دقیق العید (انصاری ۱۳۱۱ھ)

۷۲۔ الریاض المستطابۃ فی جملۃ من روی فی الصحیحین من الصحابۃ لیحیی الیمنی (بھوپال ۱۳۰۳ھ)

۷۳۔ نیل الاوطار للشوکانی (بولاق)

۷۴۔ فضائل الصحابۃ للامام احمد (بیروت ۱۹۸۳ء)

۷۵۔ شروط الائمۃ الخمسۃ للحازمی شروط }
الائمۃ الستۃ لابن طاہر المقدسی } (فیصل آباد ۱۹۸۲ء)

۷۶۔ طبقات المدلسین لابن حجر (لاہور ۱۹۸۳ء)

۷۷۔ الاشارات إلی بیان الاسماء المبہمات للنووی (ملتان ۱۳۴۰ھ)

یہ فہرست اور بھی طویل ہو سکتی ہے، لیکن میرا مقصد صرف ان کتابوں کا تذکرہ ہے جو

حدیث اور متعلقات حدیث پر قدمائے محدّثین نے تالیف کی ہیں اور ان کی طباعت و اشاعت کا انتظام اہلِ حدیث ناشرین نے کیا ہے ——— تاکہ اندازہ ہو سکے کہ تیرہویں صدی ہجری کے اخیر سے پندرہویں صدی کے آغاز تک حدیث کی کتنی اہم اور نایاب کتابیں ان ناشرین کی کوششوں سے منظر عام پر آئیں۔ غالباً یہ لکھنے کی ضرورت نہیں کہ ان کی طباعت و اشاعت پر انھوں نے لاکھوں روپے صرف کیے اور بے شمار نسخے چھاپ کر مفت تقسیم کئے۔ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔

حدیث کی ان کتابوں کے علاوہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ)، علّامہ ابن قیم (م ۷۵۱ھ)، شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب (م ۱۲۰۶ھ) اور امام شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) کی بہت سی تالیفات بھی پہلی بار علمائے اہلِ حدیث نے شائع کیں، ان کی تفصیل یہاں نہیں دی گئی ہے، کیونکہ وہ مختلف فقہی، اعتقادی، قرآنی اور تاریخی موضوعات سے متعلق ہیں۔

علمائے اہلِ حدیث نے ان کتابوں کی طباعت و اشاعت ہی پر اکتفا نہ کیا بلکہ عوام و خواص کے لیے ان کے ترجمے، شروح، حواشی اور مختصرات بھی تیار کیے تاکہ حدیث کی تفہیم و تسہیل اور اس کے اسرار و رموز کی گرہ کشائی میں ان سے مدد ملے، اور عمل بالحدیث کے لیے راہ ہموار ہو ——— اس مقصد کے لیے صدہا کتابوں کی تالیف عمل میں آئی، ایک مختصر جائزہ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

صحاح ستہ (بہ استثنائے جامع ترمذی) اور موطا مالک کے ترجمے نواب وحید الزماں لکھنوی حیدر آبادی (م ۱۳۳۸ھ) نے سلیس اردو زبان میں کیے جو آج تک متعدد بار شائع ہو چکے ہیں۔ ان ترجموں کے نام اور پہلی اشاعت کی تاریخ یہاں درج کی جاتی ہے تاکہ یہ اندازہ ہو سکے کہ مولانا کو ان تراجم کی ضرورت و اہمیت کا احساس کتنا پہلے ہو گیا تھا۔[1]

کشف المغطاعن الموطا (۶۲۰ ص) مطبع مرتضوی دہلی ۱۲۹۶ھ

الہدی المحمود لترجمۃ سنن أبی داود (دو ضخیم جلدیں) مطبع صدیقی لاہور ۱۳۰۱ھ

---

(۱) اس سے یہ بھی معلوم ہو گا کہ بعد کے لوگوں نے ان ہی تراجم کو معمولی رد و بدل کے بعد کس طرح اپنے نام سے چھاپ لیا ہے!!

روض الربی من ترجمۃ المجتبیٰ (دو جلدیں) مطبع صدیقی لاہور ۱۳۰۲ھ

المعلم لترجمۃ صحیح مسلم (۶ جلدیں) مطبع صدیقی لاہور ۱۳۰۶ھ

تسہیل القاری ترجمہ اردو صحیح البخاری (۵ جلدیں) مطبع صدیقی لاہور ۱۳۰۷ — ۱۳۱۵ھ

تیسیر الباری لترجمۃ صحیح البخاری (۳۰ پارے) مطبع صدیقی لاہور ۱۳۲۱ھ

رفع العجاجہ عن ترجمۃ سنن ابن ماجہ (۳ جلدیں) مطبع صدیقی لاہور ۱۳۱۰ھ

مولانا وحید الزماں کے بھائی مولانا بدیع الزماں لکھنوی (م ۱۳۰۴ھ) نے جامع ترمذی کا ترجمہ کر کے اس سلسلے کی تکمیل کر دی، یہ ترجمہ "جائزۃ الشعوذی ترجمہ جامع الترمذی" کے نام سے ۶۴۲ صفحات پر مطبع مرتضوی دہلی سے ۱۲۹۹ھ میں شائع ہوا۔ ان تراجم سے اردو داں طبقے نے بہت فائدہ اٹھایا، آج تک انھیں بلا اختلاف مسلک و مشرب قبول عام حاصل ہے، اب تک ہندوستان و پاکستان میں متعدد بار ان کی طباعت ہو چکی ہے۔

مولانا وحید الزماں اور بدیع الزماں کے علاوہ بھی متعدد اہل حدیث علماء نے کتب حدیث کے اردو ترجمے کیے جن میں سے کئی ناقص یا کامل چھپ چکے ہیں "صحیح بخاری" کا اردو ترجمہ مولانا ابو الحسن سیالکوٹی[1] (م ۱۳۲۵ھ)، مولانا امیر علی ملیح آبادی[2] (م ۱۳۳۷ھ)، مولانا محمد بن ہاشم سورتی[3] (م ۱۳۱۵ھ)، مولانا عبد الاول غزنوی[4]، مولانا عبد التواب ملتانی[5] (م ۱۳۶۶ھ)، مولانا فضل حق دلاوری[6]، مولانا عبد الستار

---

(۱) "فیض الباری" کے نام سے تیس پاروں میں، لاہور سے شائع ہوا (۱۳۰۶ — ۱۳۱۵ھ)

(۲) ان کا ترجمہ کئی ضخیم جلدوں میں مطبع نول کشور سے شائع ہوا ہے۔

(۳) ان کا ترجمہ سات حصوں پر مشتمل تھا (نزھۃ الخواطر ۸/۲۰۳)

(۴) "نصر الباری" کے نام سے مطبع القرآن والسنۃ امرتسر سے چھ جلدوں میں ۱۳۲۹ھ تا ۱۳۳۲ھ شائع ہوا۔

(۵) ان کا ترجمہ آٹھ پاروں تک مکمل ہو چکا تھا، کچھ حصے ملتان سے شائع بھی ہوئے۔

(۶) "فضل الباری" کے نام سے پانچ پاروں کا ترجمہ

دہلوی[1] (م ۱۹۶۶ء) اور مولانا محمد داود راز دہلوی[2] نے کیا تھا ـــــــ "صحیح مسلم" کا ترجمہ مولانا عبدالاوّل غزنوی نے کیا تھا، جو "انعام المنعم بترجمۃ صحیح مسلم" کے نام سے امرتسر سے ۱۳۲۵ھ میں شائع ہو چکا ہے۔ مولانا محمد داود راز دہلوی نے بھی اخیر عمر میں اس کا ترجمہ شروع کیا تھا جو ان کی وفات کی وجہ سے نامکمّل رہ گیا۔ مولانا عبدالعزیز بن غلام رسول قلعہ میہان سنگھ والے (م ۱۹۴۰ء) نے بھی صحیح مسلم کا ترجمہ کیا تھا جس کا ایک پارہ چھپ چکا ہے[3] ـــــــ "سنن النسائی" کا ترجمہ (از مولانا ابوالحسن سیالکوٹی) لاہور سے ۱۳۱۵ھ میں شائع ہو چکا ہے ـــــــ "جامع ترمذی" کا ایک ترجمہ مولانا فضل حق دلادری نے پانچ پاروں تک کیا تھا[4]۔

صحاح ستہ کے بعد سب سے زیادہ توجہ "مشکوٰۃ المصابیح" پر رہی، اس سلسلے میں سب سے پہلے دو کتابیں قابلِ ذکر ہیں جن میں ان کے مؤلفین نے مشکوٰۃ کی فصل اوّل کی احادیث کا (جو بخاری و مسلم کی روایات پر مشتمل ہیں) اردو میں ترجمہ کیا ہے، میری مراد مولانا ابراہیم آروی (م ۱۳۱۹ھ) کی "طریق النجاۃ فی ترجمۃ الصحاح من المشکوٰۃ" اور مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی (م ۱۳۳۶ھ) کی "سواء الطریق" سے ہے۔ ہر ایک چار چار حصّوں میں مع مختصر حواشی کئی بار چھپ چکی ہے۔ "مشکوٰۃ" کی اس تلخیص و ترجمہ کے علاوہ اس کے مکمّل یا ناقص ترجمے مولانا ابوالحسن سیالکوٹی[5]، مولانا محمد حسین بٹالوی[6]،

---

(۱) ترجمہ "نصرۃ الباری" کے نام سے کراچی میں چھپا ہے۔

(۲) ان کا ترجمہ تیس پاروں میں دہلی سے شائع ہوا ہے۔

(۳) دیکھیے: "ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات" ص ۲۰۶ (طبع دوم)

(۴) حوالۂ مذکور ص ۴۵۔

(۵) دیکھیے: علمی خدمات" ص ۴۵۔

(۶) ملاحظہ ہو: "نزہۃ الخواطر" ۴۲۶/۸۔

مولانا عبدالاول غزنوی[1]، مولانا احمد بن محی الدین لاہوری[2]، مولانا عبدالتواب ملتانی[3]، مولانا عبدالسلام بستوی[4] (م ۱۹۷۴ء) اور مولانا محمد اسمٰعیل سلفی[5] (م ۱۹۶۸ء) کے قلم سے بھی نکل چکے ہیں۔ ان میں ہر ایک منفرد خصوصیات کا حامل ہے۔

حافظ ابن حجر (م ۸۵۲ھ) کی "بلوغ المرام" جو تمام اہلِ حدیث مدارس میں داخل نصاب ہے کے بھی کئی اردو ترجمے منظر عام پر آئے جن میں مولانا عنایت علی صادق پوری[6] (م ۱۲۷۴ھ)، مولانا محی الدین لاہوری[7]، مولانا عبدالتواب ملتانی[8] کے تراجم معروف ہیں۔

امام بخاری کی "الادب المفرد" کا اصل عربی متن علمائے اہلِ حدیث نے پہلی بار شائع کیا تھا[9] (مطبع خلیلی آرہ ۱۳۰۶ھ)۔ اس کا اردو ترجمہ بھی پہلی بار نواب صدیق حسن خاں

---

(۱) ان کا ترجمہ مع شرح "الرحمۃ المھداۃ الی من یرید ترجمۃ المشکاۃ" کے نام سے چار جلدوں میں مطبع انوار الاسلام امرتسر سے شائع ہوا۔

(۲) ان کے ترجمہ کا نام "الملتقطات علی ترجمۃ المشکاۃ" ہے جو چار جلدوں میں مطبع احمدی لاہور سے طبع ہوا۔

(۳) ان کا ترجمہ ملتان سے شائع ہو چکا ہے۔

(۴) ان کا ترجمہ (مع شرح) "انوار المصابیح" کے نام سے معروف ہے۔ دہلی سے کئی بار متعدد جلدوں میں چھپ چکا ہے۔

(۵) ان کا ترجمہ صرف ایک حصہ تک پہنچ کر نا تمام رہ گیا۔ محمد سلیم کیلانی نے باقی تین حصے مکمل کیے ہیں۔ لاہور سے یہ چاروں حصے شائع ہو چکے ہیں۔

(۶) ان کا ترجمہ مطبع احمدی کلکتہ سے طبع ہوا تھا۔ دیکھیے: "قاموس الکتب" اردو، زیر رقم ۱۱۹۸۔

(۷) ان کا ترجمہ اصل متن کے ساتھ مطبع محمدی لاہور سے شائع ہوا تھا۔

(۸) ان کا ترجمہ ملتان سے چھپا تھا۔ اب تک کئی بار شائع ہو چکا ہے۔

(۹) اس ایڈیشن کے بارے میں محمد فواد عبدالباقی لکھتے ہیں "ھذہ الطبعۃ أولی الطبعات وأصحھا" (مقدمہ الادب المفرد ص ۹)

(م ۱۳۰۷ھ) نے "توفیق الباری فی ترجمۃ الادب المفرد للبخاری" کے نام سے کیا تھا جو مفید عام پریس آگرہ سے ۱۳۰۶ھ میں شائع ہوا۔ دوسرا ترجمہ مولانا عبدالغفار نشر مہدانوی (م ۱۳۱۵ھ) نے "سلیقہ" کے نام سے کیا جو مطبع خلیلی آرہ سے ۱۳۰۹ھ میں طبع ہوا۔

امام نووی (م ۶۷۶ھ) کی "ریاض الصالحین" کا اردو ترجمہ مولانا عبدالاوّل غزنوی نے کیا تھا جو امرتسر میں ان کے پریس سے شائع ہوا۔ اور بعد میں بھی کئی بار اس کی اشاعت عمل میں آئی۔ ایک دوسرا ترجمہ مطبع فاروقی سے بھی شائع ہو چکا ہے جس پر مترجم کا نام مذکور نہیں۔

"المنتقی" لابن الجارود کا ترجمہ "المصطفیٰ بترجمۃ المنتقی" کے نام سے مولانا عبدالحمید اٹاوی نے کیا تھا جو شائع ہو چکا ہے۔

مولانا ابوالحسن سیالکوٹی نے "کتاب الآثار" للامام محمد[1]، مولانا عبیداللہ حیدرآبادی اور مولانا عبدالجلیل سامرودی نے "الاسماء والصفات" للبیہقی[2]، مولانا عبدالرشید جھنگوی نے "قیام اللیل" للمروزی[3]، مولانا ثناء اللہ امرتسری نے "شمائل الترمذی"[4] مولانا زین العابدین نے "جزء القراءۃ خلف الامام"[5] للبخاری اور "جزء رفع الیدین" للبخاری[6]، مولانا محمد جوناگڑھی نے "شرف اصحاب الحدیث" للخطیب[7]

---

(۱) اس کا ترجمہ "فیض الآثار" کے نام سے مولانا نے کیا تھا۔

(۲) افسوس کہ دونوں میں سے کسی کا ترجمہ اب تک شائع نہ ہو سکا۔

(۳) دیکھیے: "علمی خدمات" ص ۲۱۵ (طبع دوم)

(۴) اس کا ترجمہ "خصائل النبی" کے نام سے کیا تھا۔ امرتسر سے شائع ہوا۔

(۵)، (۶) ان دونوں کے ترجمے ایک ساتھ مطبع فاروقی دہلی سے ۱۲۹۹ھ میں شائع ہوئے۔

(۷) اس کا ترجمہ "فضائل محمدی" کے نام سے دہلی سے ۱۳۴۵ھ میں طبع ہوا۔

اور "اعلام الموقعین" لابن القیم[1] مولانا فضل حق دلاوری نے "الفوائد المجموعۃ" للشوکانی اور "موضوعات ملا علی قاری"[2]، حافظ یٰسین علی حسنی نے "الترغیب والترہیب للمنذری"[3]، مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی نے "اربعین النووی"[4]، مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی نے "جامع بیان العلم وفضلہ" لابن عبدالبر[5]... وغیرہ بہت سی کتابوں کے ترجمے کیے جن کا احاطہ یہاں مشکل ہے۔

یہ ایک سرسری جائزہ صرف ترجموں کا ہے جو عموماً اردو داں حلقوں کو پیش نظر رکھ کر تیار کیے گئے تھے۔ اہل علم کے لیے عربی اور فارسی میں شروح وحواشی اور مستقل تالیفات کی تعداد بھی کچھ کم نہیں۔ ذرا ایک نظر ان پر بھی ڈال لیجیے۔

شاہ ولی اللہ (م ۱۱۷۶ھ) نے "موطا مالک" کی دو شرحیں (عربی اور فارسی میں) "المسوی" اور "المصفی" کے نام سے لکھی تھیں، جن کا ذکر اس سے قبل آچکا ہے۔ یہ دونوں ایک ساتھ پہلی بار مولانا محمد بن عبداللہ غزنوی کی کوششوں سے ۱۲۹۳ھ میں دہلی سے شائع ہوئیں۔ ان کے علاوہ شاہ عبدالعزیز دہلوی[6] (م ۱۲۳۹ھ) مولانا بشیر الدین قنوجی[7] (م ۱۲۹۶ھ)

---

(۱) اس کا ترجمہ "دین محمدی" کے نام سے پانچ حصوں میں چھپا تھا۔ اس کی اشاعت پر مولانا ابوالکلام آزاد نے مترجم کو مبارکبادی کا خط لکھا تھا۔

(۲) دیکھیے: "علمی خدمات" ص ۴۷ (طبع دوم)

(۳) اس کا ترجمہ مع اصل بفرمائش عبدالرحیم وعبدالرحمٰن پسران مولوی رحیم بخش (مالک کتب خانہ اسلامیہ مسجد چینیانوالی لاہور) پنجابی پریس لاہور سے ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا۔

(۴) دیکھیے: "علمی خدمات" ص ۲۰۲ (طبع دوم)، "اربعین النووی" کے دیگر تراجم کے لیے ملاحظہ ہو۔ حوالہ مذکور ص ۴۷۔

(۵) کئی بار "العلم والعلماء" کے نام سے چھپ چکا ہے۔

(۶) انھوں نے اپنے والد کی عربی شرح "المسوی" پر بعض حواشی لکھے تھے۔ دیکھیے: "علمی خدمات" ص ۳۹

(۷) انھوں نے موطا کے ایک حصے کی شرح لکھی تھی۔ دیکھیے: "غایۃ المقصود" (مقدمہ) ۱/ ۱۳

اور مولانا عبدالرحمن مبارک پوری[۱] (م ۱۳۵۳ھ) کے شروح و حواشی کا ذکر بعض ماخذ میں ملتا ہے۔ ان کی اشاعت عمل میں نہ آسکی۔

"صحیح بخاری" کے تراجم ابواب پر ایک کتاب "شرح تراجم ابواب صحیح البخاری" کے نام سے شاہ ولی اللہ نے عربی میں تالیف فرمائی تھی جو حیدر آباد اور دہلی سے کئی بار شائع ہو چکی ہے۔ نواب صدیق حسن خاں نے "تجرید صحیح البخاری" للزبیدی کی شرح عربی میں "عون الباری لحل أدلة البخاری" کے نام سے لکھی جو متعدد بار چھپ چکی ہے[۲]۔ میاں نذیر حسین محدث دہلوی نے بھی صحیح بخاری کے ایک قدیم نسخے پر بے شمار حواشی لکھ رکھے تھے، افسوس کہ یہ نسخہ ضائع ہو گیا۔ مولانا احمد علی سہارن پوری حنفی (م ۱۲۹۷ھ) نے اپنے حاشیہ صحیح بخاری میں اس نسخے سے کافی استفادہ کیا ہے[۳] ـــــــ "ثلاثیات بخاری" کی شروح مولانا شمس الحق عظیم آبادی[۴]، شیخ محمد مچھلی شہری[۵] (م ۱۳۲۰ھ)، نواب صدیق حسن خاں[۶] اور مولانا عبدالصمد ملتانی[۷] نے لکھی تھیں۔ افسوس کہ اوّل الذکر دونوں شرحیں اب ناپید ہیں۔ مولانا شمس الحق عظیم آبادی کی ایک کتاب "رفع الالتباس عن بعض الناس[۸]" بھی ہے، جس میں

---

(۱) انھوں نے بھی ایک مبسوط شرح لکھنے کا ارادہ کیا تھا، افسوس کہ اسے عملی جامہ نہ پہنا سکے۔ دیکھیے: مقدمہ "تحفۃ الاحوذی" ۲/۲۱۱ (خاتمہ)۔ طبع قاہرہ

(۲) پہلی بار بولاق سے ۱۲۹۷ھ میں، پھر مطبع شاہ جہانی بھوپال سے ۱۲۹۹ھ تا ۱۳۰۶ھ شائع ہوئی۔

(۳) دیکھیے: "سیرۃ البخاری"، ص ۲۳۲-۲۳۳ (طبع دوم)

(۴) ان کی شرح کا نام "فضل الباری شرح ثلاثیات البخاری" تھا، جیسا کہ آئندہ کتاب میں آئے گا۔

(۵) انھوں نے "الدراری الناثرات فی ترجمۃ ما فی البخاری من الثلاثیات" کے نام سے شرح لکھی تھی۔ دیکھیے: "علمی خدمات" ص ۴۳

(۶) ان کی شرح "غنیۃ القاری فی ثلاثیات البخاری" کے نام سے شائع ہوئی۔

(۷) انھوں نے "انعام المنعم الباری بشرح ثلاثیات البخاری" کے نام سے ایک مختصر شرح لکھی جو ملتان پھر بنارس سے چھپ چکی ہے۔

(۸) یہ دہلی، ملتان اور بنارس سے تین بار شائع ہو چکی ہے۔ آخری ایڈیشن میری تصحیح و ترتیب سے چھپا ہے۔

انھوں نے امام بخاری کی طرف سے دفاع کا حق ادا کر دیا ہے۔ مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی (م ۱۳۶۹ھ) نے بھی مولوی عمر کریم پٹنوی حنفی کی کتاب "الجرح علی البخاری" کے جواب میں اردو میں کئی کتابیں لکھیں جن میں "حل مشکلات بخاری" کافی مشہور ہوئی۔(۱)

"صحیح مسلم" کے مقدمے کی متعدد علماء نے شرح لکھی۔ ان میں مولانا شمس الحق عظیم آبادی(۲) اور مولانا عبداللہ غازی پوری(۳) (م ۱۳۳۷ھ) کی عربی شرح، اور مولانا عبدالسلام بستوی (م ۱۹۷۴ء) کی اردو شرح(۴) قابل ذکر ہیں ۔۔۔ اصل کتاب کی ایک تلخیص (جو علامہ منذری (م ۶۵۶ھ) نے کی تھی) کی ایک شرح نواب صدیق حسن خان نے "السراج الوھاج لکشف مطالب الصحیح لمسلم بن الحجاج" کے نام سے لکھی جو مطبع صدیقی بھوپال سے ۱۳۰۲ھ میں شائع ہوئی۔

"سنن ابی داؤد" کی مفصل شرح "غایۃ المقصود" اور مختصر شرح "عون المعبود" کا تذکرہ کتاب میں تفصیل سے آئے گا، ان دونوں کو مولانا عظیم آبادی کا شاہکار کہا جا سکتا ہے۔ ان کے علاوہ مولانا رفیع الدین شکرانوی(۵) (م ۱۳۳۴ھ)، مولانا محمد بن نور الدین

---

(۱) دوسری کتابوں کے نام "تراجم علمائے حدیث ھند"، ص ۲۹۲ (طبع دوم) پر ملاحظہ فرمائیے۔

(۲) ان کی شرح کا نام "النجم الوھاج فی شرح مقدمۃ الصحیح لمسلم بن الحجاج"، تھا۔ افسوس کہ اب اس کا پتہ نہیں چلتا۔

(۳) ان کی شرح "البحر المواج" کے نام سے تھی، اس کا ایک ٹکڑا مبارک پور اور دوسرا خدابخش لائبریری پٹنہ میں میری نظر سے گزرا ہے۔ اب تک یہ شرح ناقص اور غیر مطبوع صورت میں پڑی ہوئی ہے۔

(۴) یہ شرح "کشف الملھم عمانی مقدمۃ مسلم" کے نام سے دہلی میں کئی بار طبع ہوئی ہے۔

(۵) انھوں نے "رحمۃ الودود علی رجال سنن ابی داؤد"، کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی، معلوم نہیں اس کا کیا حشر ہوا۔ ان کے سوانحی ماخذ کے لیے دیکھیے میری عربی کتاب "حیاۃ المحدث شمس الحق وأعمالہ"، ص ۵۰ (حاشیہ)

ہزاروی[1] (م ۱۳۶۶ھ)، شیخ حسین بن محسن یمانی[2] (م ۱۳۲۷ھ) اور مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی مدظلہ[3] کی شروح و تعلیقات بھی اہمیت کی حامل ہیں۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی نے بھی "سنن ابی داود" کے ایک نسخے پر حواشی لکھے تھے جو افسوس کہ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں ضائع ہو گئے[4]۔

"جامع ترمذی" کی سب سے مشہور شرح "تحفۃ الاحوذی"، مولانا عبدالرحمن مبارک پوری (م ۱۳۵۳ھ) نے تالیف فرمائی اور حق یہ ہے کہ اس میدان میں تمام شارحین سے بازی لے گئے۔ آج اسے علمی حلقوں میں "جامع ترمذی" کی سب سے اہم شرح تصوّر کیا جاتا ہے۔ مولانا نے اس کا مقدمہ ایک مستقل جلد میں لکھا ہے جس میں فن حدیث کے مختلف مسائل اور اس کی مختلف کتابوں پر تبصرہ ہے۔ یہ بھی اہل علم کے لیے معلومات کا خزانہ ہے۔ اسی طرز پر ان سے قبل ایک کتاب مولانا شمس الحق عظیم آبادی بھی "ھدایۃ اللوذعی بنکات الترمذی" کے نام سے لکھ رہے تھے، جو افسوس کہ نامکمّل رہ گئی۔

"سنن نسائی" کے شروح و حواشی میں شیخ حسین بن محسن یمانی[5] (م ۱۳۲۷ھ)، مولانا ابو عبدالرحمن محمد پنجابی (م ۱۳۱۵ھ) اور مولانا ابو یحیی محمد شاہجہاں پوری (م ۱۳۲۴ھ)

---

(۱) ان کی شرح "عون الودود فی شرح سنن ابی داود" کے نام سے مطبع اصح المطابع لکھنؤ سے ۱۳۱۸ھ میں طبع ہوئی۔

(۲) انھوں نے عربی میں "سنن ابی داود" پر حواشی لکھے تھے جو آج بھی مولانا ابو الحسن علی ندوی کے ذخیرۂ کتب میں محفوظ ہیں۔

(۳) انھوں نے "فیض الودود تعلیق سنن ابی داود" کے نام سے مختصر عربی حاشیہ سنن کے دو پاروں تک لکھا۔ بعد میں اس کا سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔

(۴) دیکھیے: "عون المعبود" ۴/۵۵۲

(۵) انھوں نے مختصر حواشی لکھے تھے "التعلیقات السلفیہ" میں مولانا بھوجیانی نے یہ حواشی مکمل داخل کر لیے ہیں۔

کے حواشی"[1] اور مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی مدظلہ کی" التعلیقات السلفیۃ" کافی مشہور رہیں۔ آخر الذکر کتاب میں مولانا بھوجیانی نے پچھلے تمام حواشی اور علامہ سیوطی (م ۹۱۱ھ) و سندی (م ۱۱۳۹ھ) کی تعلیقات جمع کر دی ہیں اور اپنی طرف سے بہت سے مفید مباحث کا اضافہ کیا ہے۔ اس طرح یہ اچھی خاصی شرح ہو گئی ہے۔ اب تک لاہور سے دو بار شائع ہو چکی ہے اور اہلِ علم کے درمیان خاصی مقبول ہے۔

"سنن ابن ماجہ" کے شروح میں مولانا محمد بن نور الدین ہزاروی (م ۱۳۶۶ھ) کی "مفتاح الحاجۃ بشرح سنن ابن ماجہ" مطبوع و متداول ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن لکھنؤ سے ۱۳۲۵ھ میں شائع ہوا تھا۔ مولانا شرف الدین دہلوی[2] (م ۱۹۶۲ء) اور مولانا عبدالسلام بستوی[3] (م ۱۹۷۴ء) نے بھی اس کی شرح لکھی تھی، لیکن افسوس کہ دونوں شرحیں ضائع ہو گئیں۔

"مسند احمد" کی فقہی ترتیب و تبویب کا عظیم الشان کام مولانا عبدالحکیم نصیر آبادی نے مکمل کر لیا تھا، اس کی مختصر شرح مولانا شرف الدین دہلوی تالیف فرما رہے تھے، دونوں کی ایک ساتھ طباعت بھی جمعیت اہلِ حدیث (ہند) کے زیرِ اہتمام شروع ہو چکی تھی،[4] مگر معلوم نہیں کیا بات ہوئی کہ منصوبہ نامکمل رہ گیا۔ افسوس کہ اب اس کے مسودے کا بھی پتہ نہیں چلتا۔ مولانا احمد حسن دہلوی (م ۱۳۳۸ھ) نے مسند کی احادیث کی تخریج بھی کی تھی[5]، یہ آج بھی

---

(۱) مولانا محمد پنجابی اور مولانا شاہجہاں پوری کا یہ مشترکہ حاشیہ مطبع انصاری دہلی سے ۱۳۱۶ھ میں طبع ہوا تھا، دوبارہ نور محمد اصح المطابع کراچی نے شائع کیا ہے۔

(۲) دیکھیے: "علمی خدمات" ص ۴۵ (طبع دوم)

(۳) "انوار المصابیح" ۱/۴، "علمی خدمات" (ص ۴۵) میں نوشہروی نے اسے "اردو" بتایا ہے جو درست نہیں۔

(۴) "علمی خدمات" ص ۴۵ "تراجم علمائے حدیث ہند" ۱/۱۸۴

(۵) "نزھۃ الخواطر" ۸/۴۴

مفقود ہے۔

"مشکوٰۃ المصابیح" کی مشہور شرح "مرعاۃ المفاتیح" کے نام سے مولانا عبیداللہ رحمانی مدظلہ نے تالیف فرمائی، جس میں انھوں نے اسانید و متون کے تمام مباحث پر تفصیلی کلام کیا ہے، فقہی مسائل پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے۔ یہ بے نظیر شرح ہنوز نامکمل ہے، اب تک اس کی سات جلدیں ہند و پاک میں کئی بار طبع ہو چکی ہیں (تا ۱۳۹۷ھ) باقی کا انتظار ہے، خدا کرے جلد تکمیل کو پہنچے۔ مولانا کے علاوہ مشکوٰۃ پر عربی میں مولانا عبدالوہاب صدری دہلوی[1] (م ۱۳۵۱ھ)، مولانا عبدالجلیل سامرودی[2] (م ۱۹۷۳ء)، نواب صدیق حسن خاں[3] (م ۱۳۰۷ھ)، مولانا احمد حسن دہلوی[4] (م ۱۳۳۸ھ) اور مولانا شرف الدین دہلوی[5] (م ۱۳۸۱ھ) نے بھی کام کیا ہے، ان میں سے بعض کی کتابیں اب تک زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکیں۔

---

(۱) ان کا حاشیہ مطبع فاروقی دہلی سے شائع ہوا تھا جیسا کہ ان کی "سوانح حیات" اور "علمی خدمات" ص ۲۱۲ (طبع دوم) میں ہے۔

(۲) مولانا نے اپنی اس شرح کا تذکرہ مقدمہ "زہرۃ ریاض الابرار" میں کیا ہے۔

(۳) انھوں نے "الرحمۃ المهداۃ إلی من یرید زیادۃ العلم علی أحادیث المشکوٰۃ" کے نام سے مشکوٰۃ پر اضافہ کرتے ہوئے کچھ حدیثیں فصل رابع کے طور پر جمع کی تھیں، مطبع فاروقی دہلی سے ۱۳۰۱ھ میں شائع ہوئی۔

(۴) انھوں نے "تنقیح الرواۃ فی تخریج أحادیث المشکوٰۃ" کے نام سے ایک شرح اور تخریج ترتیب دی تھی، جس کا پہلا حصہ مطبع انصاری دہلی سے ۱۳۲۵ھ میں، اور دوسرا مطبع مجتبائی سے ۱۳۳۳ھ میں شائع ہوا۔ یہ "کتاب الزکوٰۃ" تک پہنچ سکی۔

(۵) مولانا شرف الدین نے مولانا احمد حسن دہلوی کی شرح و تخریج کی تکمیل کی تھی، اس کا قلمی نسخہ حسن اتفاق سے مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی مدظلہ کے ہاتھ لگ گیا ہے، وہ اس کی اشاعت "المکتبۃ السلفیۃ" لاہور کے زیر اہتمام کر رہے ہیں، یہ نسخہ راقم الحروف کی نظر سے گذر چکا ہے۔

نواب صدیق حسن خاں نے "بلوغ المرام" کی دو شرحیں لکھیں۔ فارسی میں "مسک الختام"[1] اور عربی میں "فتح العلام"[2]۔ ان میں سے ہر ایک کئی بار شائع ہوچکی ہے۔ ان کے بعد مولانا احمد حسن دہلوی نے ایک مفصل حاشیہ لکھا جسے مختصر شرح کہا جاسکتا ہے۔ یہ پہلی بار مطبع فاروقی دہلی سے شائع ہوئی تھی، اب تک اس کے چار ایڈیشن بشمول طبع بیروت نکل چکے ہیں ـــــ اخیر میں استاد محترم مولانا صفی الرحمن مبارک پوری مدظلہ کی مختصر عربی شرح "اتحاف الکرام" ہے، جو بنارس سے ۱۹۸۲ء میں شائع ہوئی ہے۔ یہ طلبہ و مدرسین کے لیے بہت مفید ہے۔

"سنن دارقطنی" کی طباعت کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ مولانا عظیم آبادی نے اس کی محققانہ شرح "التعلیق المغنی علی سنن الدارقطنی" کے نام سے لکھی، اس کا تعارف کتاب کے اندر آئے گا۔

"ریاض الصالحین" کی عربی شرح مولانا عبدالجلیل سامرودی نے "نسیم الریاحین من ریاض الصالحین" کے نام سے لکھی، یہ اب تک طبع نہ ہوسکی۔

"عمدۃ الاحکام" کی شرح "زبدۃ الاحکام" مولانا عبدالحمید سوہدروی نے تالیف فرمائی، معلوم نہیں طبع ہوئی یا نہیں۔

مقدمہ "تحفۃ الاحوذی" کے طرز پر دوسری حدیث کی کتابوں پر بھی بعض علمی مقدمے لکھے گئے۔ جیسے "نزل من اتقی بکشف احوال المنتقی"[3] (تالیف۔ مولانا عبدالرشید شوپیانی کشمیری)، "الروض البسام من ترجمۃ بلوغ المرام"[4] (تالیف

---

(۱) یہ مطبع نظامی کان پور سے ۱۲۹۰ھ میں پہلی بار شائع ہوئی۔ دوبارہ مطبع شاہجہانی بھوپال سے ۱۳۰۶۔۱۳۰۷ میں چھپی۔

(۲) یہ پہلی بار مطبع بولاق مصر سے شائع ہوئی تھی۔

(۳) مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ۱۲۹۷ھ

(۴) مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ۱۲۹۷ھ

نواب صدیق حسن خاں)، "الرسالۃ المجنۃ فی احوال المسند"[1] (تالیف۔ مولوی محمد علی اکرم آروی)، "مقدمہ غایۃ المقصود فی حل سنن أبی داود" (تالیف، مولانا عظیم آبادی)، "مقدمہ التعلیق المغنی علی سنن الدارقطنی" (تالیف، مولانا عظیم آبادی)، صحاح ستہ پر "الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ"[2] (تالیف۔ نواب صدیق حسن خاں)، "ھدیۃ اللوذعی بنکات الترمذی" (تالیف۔ مولانا عظیم آبادی) وغیرہ۔ مولانا وحید الزماں نے کتب ستہ کے تراجم پر جو مقدمے لکھے ہیں وہ بھی مفید ہیں۔ ......

لغات حدیث پر بھی مستقل کتابیں تالیف کی گئیں، ان میں مولانا عبداللہ جھاؤ میاں الہ آبادی (م بعد ۱۳۰۰ھ) کی "الیم الزعرب فی لغات الحدیث المنتخب" اب تک قلمی صورت میں دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ کی لائبریری میں محفوظ ہے اور میری نظر سے گذر چکی ہے۔ دوسری مشہور کتاب اردو میں نواب وحید الزماں لکھنوی (م ۱۳۳۸ھ) نے "انوار اللغۃ معروف بہ وحید اللغات" کے نام سے لکھی، جو متوسط تقطیع کی ۲۸ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کی ابتدائی پانچ جلدیں مطبع احمدی لاہور سے ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء میں شائع ہوئی تھیں، پھر مؤلف کی نظر ثانی کے بعد مکمل ۲۸ جلدیں مطبع فیض عام بنگلور سے ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء میں چھپیں۔ اردو زبان میں اب تک یہ اپنے موضوع پر بے نظیر ہے۔ اس کا ایک ایڈیشن نور محمد اصح المطابع کراچی نے شائع کیا ہے، مگر افسوس کہ ناشر نے اس میں بہت سے مقامات پر بے جا تصرّف کر دیا ہے، جس کی وجہ سے اس کا استناد مشکوک ہو گیا ہے۔

احادیث کی تحقیق و تخریج، موضوع اور بے سروپا روایات کی چھان بین کے لیے بھی علمائے اہل حدیث نے متعدد کتابیں لکھیں، رواۃ حدیث، فقہ حدیث، اصول حدیث، تاریخ تدوین حدیث، ردِ انکار حدیث اور دفاع محدثین پر بھی تصانیف کی ایک طویل فہرست ہے۔

---

(۱) یہ کتاب فارسی میں ہے اور مطبع خلیلی آرہ سے ۱۳۰۶ھ میں شائع ہوئی۔

(۲) یہ اب تک دو بار چھپ چکی ہے، آخری ایڈیشن لاہور سے شائع ہوا ہے۔

ہم یہاں اسے نظر انداز کر رہے ہیں۔ البتہ چند ایسی کتابوں کا ذکر کر دیں جن میں احادیث کا انتخاب مختصر ترجمہ و تشریح کے ساتھ کیا گیا ہے۔ کیوں کہ آج اس طرح کی کتابوں کی شدید ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔ اس وقت مجھے ان میں سے "انتخاب صحیحین" (از مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی)، "انتخاب حدیث" (از مولانا عبدالغفار حسن رحمانی) "تلخیص الصحاح" (از مولانا محمد ابوالحسن سیالکوٹی) کے نام یاد آ رہے ہیں۔

علمائے اہل حدیث کی خدمات حدیث کا یہ بہت ہی مختصر جائزہ ہے، ان شاء اللہ آئندہ کبھی اس موضوع پر تفصیل سے لکھوں گا، اور حدیث اور متعلقات حدیث پر ہمارے علماء کی جتنی تالیفات ہیں ان کی ایک ببلیوگرافی تیار کردوں گا ——— اس وقت میرے پاس تمام ماخذ موجود نہیں، مقدمہ میں اس سے زیادہ تفصیل کی گنجائش بھی نہیں ہے، اس لیے اب اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ یہ بھی ذکر کرتا چلوں کہ کتب احادیث کی طباعت واشاعت، اور ان کی شروح وحواشی کی تالیف سے متعلق علمائے اہل حدیث کی خدمات کا اعتراف عرب ممالک میں بھی کیا جاتا ہے۔ اور اب تک ان کے شائع کردہ ایڈیشن اور بعض شروح و تالیفات وہاں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں، ذیل میں ہم بعض اہل علم کے اقوال اس سلسلے میں پیش کرتے ہیں۔

مصر کے مشہور عالم شیخ عبدالعزیز الخولی تحریر فرماتے ہیں۔

"ولا یوجد فی الشعوب الاسلامیة ——— علی کثرتها واختلاف أجناسها۔ من وفی الحدیث قسطه من العنایة فی هذا العصر مثل اخواننا مسلمی الهند، أولئك الذین وجد بینهم حفاظ للسنة ودارسون لها علی نحو ما کانت تدرس فی القرن الثالث حریة فی الفهم وانظار فی أسانید، كما طبعوا الثیرا

ہمارے اس دور میں کسی بھی اسلامی ملک میں مسلمانوں نے علم حدیث کی طرف کما حقہ توجہ نہ کی سوائے ہندوستان کے، کہ وہاں ایسے حفّاظ واساتذۂ حدیث موجود ہیں جو تیسری صدی ہجری کے طرز پر پابندئ مذاہب سے آزاد درس حدیث دیتے، اور حسب ضرورت نقد روایات سے بحث کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے حدیث کی

من كتبها النفيسة التي كادت تذهب بها يد الاهمال وتقضي عليها غير الزمان"[1]

بہت سی نادر و نایاب اور بیش قیمت کتابیں شائع کیں، جن کی طرف اگر انہوں نے توجہ نہ کی ہوتی تو غالباً دستبرد زمانہ کی نذر ہو جاتیں۔

اس کے بعد شاہ ولی اللہ اور نواب صدیق حسن خاں کی خدمات کا خصوصی تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

"وفي الهند الآن طائفة كبيرة تهتدي بالسنة في كل أمور الدين ولا تقلد أحدا من الفقهاء ولا المتكلمين وهي طائفة المحدثين"

ہندوستان (غیر منقسم) میں آج ایک بڑی جماعت موجود ہے جو تمام دینی امور میں حدیث کو مشعل راہ سمجھتی ہے، کسی فقیہ یا متکلّم کی تقلید نہیں کرتی۔ یہ اہلِ حدیث کی جماعت ہے۔

ایک دوسرے نامور عالم اور محقّق سید رشید رضا مصری (م ۱۳۵۴ھ) مقلدین کی کتب حدیث سے بے توجہی کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

"ولولا عناية إخواننا علماء الهند بعلوم الحديث في هذا العصر لقضي عليها بالزوال من أمصار الشرق" فقد ضعفت في مصر والشام والعراق والحجاز منذ القرن العاشر للهجرة حتى بلغت منتهى الضعف في أوائل هذا القرن الرابع عشر"[2]

ہندوستان کے علمائے حدیث نے علوم حدیث کی طرف خصوصی توجہ دی، اگر وہ ایسا نہ کرتے تو شاید یہ علم مشرق کے ممالک سے مٹ جاتا، ہم دیکھتے ہیں کہ مصر، شام، عراق اور حجاز میں دسویں صدی ہجری سے یہ زوال پذیر تھا، اور چودھویں صدی ہجری کے آغاز میں تو ضعف کی انتہا تک پہنچ چکا تھا۔

---

(۱) مفتاح السنۃ ۱۶۵-۱۶۶ (طبع قاہرہ ۱۳۴۷ھ)

(۲) مفتاح کنوز السنۃ (مقدمہ): ق (طبع قاہرہ ۱۳۵۳ھ)

تیسرے مشہور ناشر اور محقق عالم شیخ محمد منیر دمشقی (م ۱۳۶۹ھ)، نواب صدیق حسن خاں اور دوسرے علمائے حدیث ہند کی تحریک اشاعت علوم حدیث کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

" وهي نهضة عظيمة أثرت على باقي البلاد الاسلامية، فاقتدى بها غالب البلاد الاسلامية في طبع كتب الحديث والتفسير "(۱)	یہ وہ عظیم الشان تحریک ہے جس نے دوسرے اسلامی ممالک پر بھی اثر ڈالا۔ چنانچہ بلاد اسلامیہ میں ان ہی کی اقتدا کرتے ہوئے حدیث و تفسیر کی کتابیں شائع کی جا رہی ہیں۔

شیخ احمد شاکر (م ۱۳۷۷ھ) نے اپنی شرح ترمذی کے مقدمہ میں " تحفة الاحوذی " کا ذکر خیر کیا ہے، اسی طرح علامہ ناصر الدین البانی مدظلہ نے " مشکوٰۃ المصابیح " (طبع بیروت) کے مقدمے میں " مرعاة المفاتیح " کی تعریف کی ہے۔ یہ عصر حاضر کے دو بڑے محققین کی آرا ہیں۔

ان عربوں کے علاوہ ہندوستان کے احناف نے بھی علمائے اہل حدیث کی مذکورہ بالا خدمات کا اعتراف کیا ہے۔ مولانا مناظر احسن گیلانی حنفی ایک مقالہ میں لکھتے ہیں۔

" اس کو تسلیم کرنا چاہیے کہ اپنے دین کے اساسی سرچشموں (قرآن و حدیث) کی طرف توجہ ہندوستان کے حنفی مسلمانوں کی جو پلٹی، اس میں اہل حدیث اور غیر مقلدیت کی اس تحریک کو بھی دخل ہے، عمومیت غیر مقلد تو نہ ہوئی، لیکن تقلید جامد اور کورانہ اعتماد کا طلسم ضرور ٹوٹا "(۲)

---

(۱) نموذج من الأعمال الخيرية ص ۶۸ ۴

(۲) دیکھیے: برہان (دہلی)، اگست ۱۹۵۸ء (جلد ۴۱/ نمبر ۲)

ان شہادات[1] کے پیش نظر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت برِّ صغیر میں کتب حدیث کے درس و تدریس، نشر و اشاعت، ان کے شروح و حواشی کی تالیف اور حدیث و محدثین کی طرف سے دفاع کا جو کام بھی ہو رہا ہے اس کا آغاز علمائے اہل حدیث نے کیا تھا۔ آج ان ہی کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی جا رہی ہے، اس سے قطع نظر کہ اس کوشش میں دوسرے لوگ کامیاب بھی ہوئے یا نہیں؟ لیکن بہر حال جو کچھ ہو رہا ہے، بسا غنیمت ہے، اور حالات و زمانہ کے لحاظ سے نہایت ضروری۔

اخیر میں ایک امر کی طرف اور بھی اشارہ کر دوں کہ آج کل عرب ممالک میں قدیم دینی، ادبی اور تاریخی کتابوں کی نشر و اشاعت کی ایک لہر چل پڑی ہے، بہت سی حدیث کی کتابیں بھی ہر سال (اچھی بری)، چھپ کر بازار میں آ رہی ہیں، مگر برِّ صغیر میں بعض وجوہ کی بنا پر کتب حدیث کی طباعت و اشاعت کا خصوصی اہتمام بہت کم ہو گیا ہے —— گنے چنے چند ادارے یا بعض شخصیتیں ہیں جن کی توجہ علم حدیث کی نادر و نایاب کتابوں کی طرف ہے —— خدا کرے ان کی تعداد میں برابر اضافہ ہو، اور علم حدیث کی نشاۃ ثانیہ جس طرح ہمارے اسلاف (شاہ ولی اللہ، شاہ اسماعیل شہید، نواب صدیق حسن خاں، میاں نذیر حسین محدث دہلوی، مولانا شمس الحق عظیم آبادی، مولانا وحید الزماں لکھنوی، مولانا تلطف حسین عظیم آبادی، مولانا عبد التواب ملتانی، مولانا ابو الحسن سیالکوٹی ...... وغیرہم) نے گزشتہ صدیوں میں کی تھی، پندرہویں صدی ہجری میں ہم بھی ان کے نقش قدم پر چل کر خدمت حدیث کا حق ادا کریں۔

---

(۱) یہاں سید سلیمان ندوی (م ۱۹۵۳ء) کے مقدمہ "تراجم علمائے حدیث ہند" اور مقدمہ "مولانا سندھی اور ان کے افکار و خیالات پر ایک نظر" نیز شیخ محمد اکرام (م ۱۹۷۳ء) کی "موج کوثر" سے بھی اقتباسات پیش کیے جا سکتے ہیں، لیکن طوالت کے خوف سے انھیں قلم انداز کیا جاتا ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں صرف مولانا شمس الحق عظیم آبادی کی خدماتِ حدیث کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ضرورت ہے کہ ہمارے تمام علماء و محدثین کی سوانح حیات اور علمی کارناموں پر مستقل کتابیں لکھی جائیں، راقم الحروف ایک مفصل تذکرہ "تذکرہ علمائے اہل حدیث ہند" کے نام سے مرتّب کر رہا ہے، خدا کرے جلد تکمیل کو پہنچے۔

محمد عُزَیر

مکّہ مکرمۃ ۲۸ / شعبان ۱۴۰۳ھ / ۹ / جون ۱۹۸۳ء

تیرہویں اور چودھویں صدی ہجری کے جن ہندوستانی علماء نے اپنی زندگی خدمت حدیث کے لیے وقف کردی تھی، ان میں مولانا شمس الحق عظیم آبادی نہایت ممتاز ہیں، لیکن افسوس ہے کہ ابھی تک ان کے بارے میں بہت کم لکھا گیا ہے، تلاش و تفحص کے بعد جو معلومات فراہم ہو سکی ہیں وہ مختصراً یہاں پیش کی جارہی ہیں[1]۔

نام و نسب:۔

ابوالطیب محمد شمس الحق بن امیر علی بن شیخ مقصود علی بن شیخ غلام حیدر[2] بن شیخ ہدایت اللہ بن شیخ محمد زاہد بن شیخ نور محمد بن شیخ علاؤالدین . . . .

مکمل شجرہ مولانا کے صاحبزادے حکیم محمد ادریس ڈیانوی کے پاس تھا، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضؓ (م ۱۳ھ) سے ان کا نسبی تعلق تھا[3]۔ والدہ کی جانب سے بھی ان کا سلسلۂ نسب حضرت ابوبکر صدیق رضؓ پر منتہی ہوتا ہے[4]، اس طرح وہ ننیہال اور ددیہال دونوں طرف سے صدیقی ہیں۔ مسکن و مولد کی نسبت سے

---

(۱) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو میری عربی کتاب "حیاۃ المحدث شمس الحق و اعمالہ" شائع کردہ جامعہ سلفیہ بنارس ۱۹۷۹ء

(۲) علامہ عظیم آبادی عموماً اپنی کتابوں میں والد، دادا، اور پردادا کے نام اس طرح لکھتے ہیں:۔
امیر بن علی بن حیدر (غایۃ المقصود ج ۱ ص ۲-۲ التعلیق المغنی ج ۱ ص ۲، اعلام اہل العصر با حکام رکعتی الفجر ص ۲)، غالباً شیعیت کے اشتباہ کی وجہ سے ان ناموں کو مرکب کے بجائے مفرد لکھنا پسند کرتے رہے ہوں گے۔

(۳) یادگار گوہری ص ۱۰۱ (ہفتہ وار اہل حدیث امرتسر ۳ اکتوبر ۱۹۱۹ء ص ۸

(۴) یادگار گوہری ص ۶۰

عظیم آبادی[1] اور ڈیانوی[2] کہلاتے ہیں۔ "محدث ڈیانوی"، "علامہ عظیم آبادی"، "صاحب عون المعبود" اور "مؤلف غایۃ المقصود" سے بھی ان کی شہرت ہے۔

خاندان وماحول:-

ان کے آباء واجداد کا اصل مکان موضع ہرداس بگہہ تھا، جو فتوحہ اسٹیشن (ضلع پٹنہ) سے دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے، ان کے پردادا مولوی شیخ غلام حیدر ذی ثروت اور صاحب مقدرت شخص تھے، گذری محلہ عظیم آباد (پٹنہ) میں ان کی کئی عالیشان کوٹھیاں تھیں، ان کے والد مولوی شیخ امیر علی کا قیام کبھی ہرداس بگہہ اور کبھی گذری میں رہتا ۔ ۱۲۶۳ھ میں جب ان کا نکاح، رمنہ محلہ عظیم آباد (پٹنہ) اور ڈیانواں کے رئیس مولانا گوہر علی (م ۱۲۷۶ھ) کی صاحبزادی سے ہوا تو وہ اکثر رمنہ میں اپنے خسر صاحب ہی کے مکان پر قیام کرنے لگے، کیونکہ مولانا گوہر علی اور ان کی بیوی اپنی اکلوتی لڑکی کو فرط محبت کی وجہ سے اپنے سے جدا کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔

مولانا کے والد ماجد شیخ امیر علی بڑے نیک دل اور منکسر المزاج شخص تھے، انھوں نے فارسی کے اسباق اپنے بزرگوں سے پڑھے، اور مولوی عبدالحکیم، مولوی مسیح اللہ اور مولوی ابوالحسن (م ۱۲۹۳ھ) وغیرہ سے رمنہ میں شرح وقایہ، شرح جامی، اور دیگر کتابیں پڑھیں،

---

(۱) موجودہ شہر پٹنہ پہلے عظیم آباد کہلاتا تھا، اٹھارہویں صدی میں جب شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر (م ۱۷۰۷ء) نے اپنے پوتے شہزادہ عظیم الشان بن شاہ عالم (م ۱۷۱۲ء) کو بہار کا صوبہ دار مقرر کیا تو اسی کے نام پر پٹنہ کا نام عظیم آباد رکھا، یہ قدیم تاریخی شہر ہے، مفصل معلومات کے لیے دیکھیے نیا دور (لکھنؤ) مئی ۱۹۷۳ء ص ۷-۱۰، محمد محفوظ الحسن کا مقالہ "عظیم آباد آئینہ ایام میں"۔

(۲) پٹنہ شہر سے جنوب مشرق کی جانب ۴۰ میل کے فاصلہ پر اور فتوحہ اسٹیشن سے ۸ میل کی دوری پر ڈاکخانہ کرائے پرسرائے سے متصل ڈیانواں، ایک چھوٹی سی بستی ہے علامہ عظیم آبادی کا ننہال یہیں تھا، ان کی پرورش وپرداخت اور نشوونما بھی یہیں ہوئی اور وہ آخر عمر تک اسی بستی میں مقیم رہے۔

اس کی وجہ سے شرعی مسائل میں ان کو اچھّی سوجھ بوجھ ہوگئی تھی، ان کی ولادت ۱۲۴۳ھ میں اور وفات رمنہ میں ۱۲۸۴ھ میں ہوئی اور ہرداس بگہہ میں مدفون ہوئے۔

مولانا کی والدہ ماجدہ ماہ صفر ۱۲۴۹ھ میں بمقام محلّہ رمنہ پٹنہ میں پیدا ہوئیں جب سن شعور کو پہنچیں تو منشی بشارت کریم نے ان کو نماز و روزہ کے ضروری مسائل کی تعلیم دی اور پارۂ عم اور مختلف سورتیں اور ادعیۂ ماثورہ پڑھائیں، ربیع الاول ۱۲۶۳ھ میں ان کا نکاح مولوی شیخ امیر علی سے ہوا۔ بڑی نیک بخت خاتون تھیں۔ ابتدا ہی سے صوم و صلوٰۃ اور اوراد و وظائف کی پابند تھیں، نفل نمازیں پڑھتیں اور نفلی روزے التزام سے رکھتی تھیں، اعتکاف و قیام رمضان کا بھی بڑا اہتمام کرتی تھیں، روزانہ تین پارے قرآن تلاوت کرتیں اور دعائیں بھی پڑھتی تھیں، رمضان میں روزانہ دس پارے قرآن پڑھنے کا معمول تھا، اتباعِ سنّت کا بڑا خیال رکھتی تھیں، ان پر ہمیشہ خشیت الٰہی غالب رہتی تھی، توحید کی صحیح حقیقت اور دین کی اصل روح سمجھ لینے کے بعد وہ ان غلط عقیدوں اور شرعی ممنوعات سے بالکل تائب ہوگئیں، جن کو نادانستہ طور پر اختیار کیے ہوئے تھیں۔ ۱۳۱۲ھ میں اپنے پوتوں اور خاندان کے بعض اعزّہ کے ساتھ مکہ مکرّمہ کی زیارت کی اور حج بیت اللہ سے مشرف ہوئیں[1] حج سے واپسی کے بعد مدّتوں زندہ رہیں۔ تاریخ وفات کا علم نہیں ہو سکا، اللہ تعالیٰ نے انھیں پانچ لڑکیاں اور چار لڑکے عطا کیے تھے، بڑے لڑکے کبیر الحق اور چھوٹے ظہیر الحق کم سنی ہی میں رحلت کر گئے، تیسرے لڑکے مولانا شمس الحق دم ۱۳۲۹ھ) اور چوتھے مولانا محمد اشرف دم ۱۳۲۶ھ) تھے۔

علّامہ عظیم آبادی کے نانا مولانا گوہر علی کی ولادت ڈیانواں میں ۱۲۱۳ھ میں ہوئی، تحصیل علم کے لیے بیتھو (ضلع گیا) اور دوسرے مقامات کا سفر کیا، جب فارسی میں اچھّی دستگاہ ہوگئی تو عربی کی درسی کتابیں محنت و توجہ سے پڑھیں، مولانا گوہر علی کے والد شیخ مہر علی

---

(۱) مکتوب حکیم محمد ادریس ڈیانوی بنام مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی (مورخہ ۲۴ محرم ۱۳۳۸ھ) یہ خط اتفاق سے راقم کو مل گیا اور اب میرے پاس محفوظ ہے۔

(م ۱۲۵۲ھ) زیادہ فارغ البال نہ تھے، اس لیے پڑھنے کے بعد انھوں نے ایک معمولی ملازمت کرلی مگر ترقی کرکے بڑے عہدوں پر فائز ہوئے، اس کی وجہ سے ان کی آمدنی اور جائداد میں بہت اضافہ ہوگیا تھا، ۱۲۴۲ھ میں شیخ روشن علی نگرنہسوی (م ۱۲۵۰ھ) کی صاحبزادی سے نکاح ہوا جس سے ایک لڑکی اور آٹھ لڑکے پیدا ہوئے، مولانا گوہر علی علمار کے بڑے قدرداں اور نہایت فیاض طبع شخص تھے، وہ محتاج اور ضرورتمند لوگوں کی برابر مدد کرتے رہتے تھے، بعض علمار نے مستقل طور پر ان کے یہاں بود و باش اختیار کر رکھی تھی اور وہ ان کی خوب خاطر مدارات کرتے تھے، ان کی سخاوت و فیاضی اور علمی قدردانی کے بعض واقعات مشہور ہیں، ان کو کتابیں جمع کرنے کا بھی بہت شوق تھا، ان کے کتب خانے میں قلمی کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ تھا، آخر عمر میں بواسیر کی شکایت ہوگئی تھی، ۱۹ر جمادی الاول ۱۲۷۶ھ کو رحلت فرمائی اور ڈیانواں میں مدفون ہوئے"[1]۔

مولانا عظیم آبادی کے خاندانی حالات اور ماحول کا تفصیل سے اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ اس خاندانی نجابت و شرافت اور ماحول کی روایات و خصوصیات کا ان کی طبیعت اور مزاج اور سیرت و شخصیت پر اثر پڑنا ناگزیر تھا۔

ولادت و طفولیت:۔

وہ ۲۷ر ذی قعدہ ۱۲۷۳ھ (جولائی ۱۸۵۷ء) کو رمنہ میں پیدا ہوئے، پانچ سال کی عمر میں اپنی والدہ کے ساتھ اپنے نانیہال ڈیانواں چلے آئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کرلی کیونکہ ان کی والدہ بھی مستقل طور پر یہیں رہتی تھیں، ابھی گیارہ سال ہی کی عمر تھی کہ ۱۲۸۴ھ میں والد انتقال کر گئے، ان کی ماں، نانی اور بڑے ماموں نے لاڈ پیار سے پالا پوسا، ان کے بڑے ماموں مولوی محمد احسن (م ۱۳۱۰ھ) ان سے بڑی محبت کرتے تھے، اور کبھی ان کی کوئی خواہش رد نہیں کرتے تھے، تعلیم و تربیت اور تمام ضرورتوں کی اس

---

(۱) خاندان سے متعلق اکثر معلومات اور سنین وفات وغیرہ یادگار گوہری سے ماخوذ ہیں۔

طرح کفالت کی کہ مولانا کو کبھی باپ کے سایۂ شفقت سے محرومی کا احساس نہ ہونے دیا۔[1]

تعلیم و تربیت:۔

مولانا محمد ابراہیم نگر نہسوی (م ۱۲۸۲ھ) نے بسم اللہ کرائی، اور سورۂ "اقرأ" پڑھایا۔ پھر ڈیانواں ہی میں حافظ اصغر علی رامپوری اور دوسرے معلّمین سے ابتدائی تعلیم حاصل کرتے رہے، ان میں مولوی سید راحت حسنین بھتوی اور مولوی عبدالحکیم شیخ پوری (م ۱۲۹۵ھ) کا ذکر خصوصیت کے ساتھ ملتا ہے۔ فارسی کی کتابیں پڑھنے کے بعد مولانا لطف العلی بہاری (م ۱۲۹۶ھ) سے عربی شروع کی اور شرح جامی، قطبی، میبذی، اصول الشاشی، نورالانوار، شرح وقایہ، کنزالدقائق اور جامع ترمذی وغیرہ بھی انھیں سے پڑھیں، اس عرصہ میں اپنے ماموں مولوی نور احمد ڈیانوی (م ۱۳۱۶ھ)، سے بھی استفادہ کرتے رہے۔

تحصیل علم کے لیے سفر:۔

۱۲۹۲ھ میں حصول علم کے لیے پہلی بار ڈیانواں سے باہر قدم نکالا اور لکھنؤ تشریف لے گئے، یہاں مولانا فضل اللہ لکھنوی (م ۱۳۱۱ھ) سے سال بھر تک معقولات کا درس لیتے رہے، ۲۶ محرم ۱۲۹۳ھ کو مرادآباد[2]، مولانا بشیر الدین قنوجی (م ۱۲۹۶ھ) کی خدمت میں کتب درسیہ کی تکمیل کے لیے حاضر ہوئے۔ ایک سال سے کچھ زیادہ قیام کرنے کے بعد ربیع الاول ۱۲۹۴ھ میں وطن واپس آئے اور پھر دوبارہ ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ کو مولانا موصوف کی خدمت میں مرادآباد پہنچے اور معقولات، بلاغت اور معانی کی کتابیں،

---

(۱) یادگار گوہری ص ۱۰۱

(۲) بعض لوگوں نے بھوپال جاکر مولانا بشیر الدین قنوجی اور شیخ حسین بن محسن انصاری سے استفادہ کرنے کا ذکر کیا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں۔ درحقیقت وہ بھوپال کے بجائے مرادآباد تشریف لے گئے تھے۔ (ملاحظہ ہو یادگار گوہری ص ۱۰۷ وغیرہ)

قرآن مجید کا ترجمہ اور مشکوٰۃ المصابیح کا کچھ حصہ پڑھا اور قرآن و حدیث اور فقہ و عقائد سے متعلق مسائل کی تحقیق بھی کرتے رہے۔

اوائل محرم ۱۲۹۵ھ میں دہلی مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) کی خدمت میں استفادہ کے لیے تشریف لے گئے، اخیر محرم ۱۲۹۶ھ میں میاں صاحب موصوف سے حدیث کی سند حاصل کر کے اپنے مکان واپس آ گئے[1]، اور درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے، چھ سال بعد ۱۳۰۲ھ میں میاں صاحب کی کشش اور محبت دوبارہ ان کو دہلی کھینچ لے گئی، چنانچہ ان سے دوسری سند لے کر ۱۳۰۳ھ میں ڈیانواں تشریف لائے، دونوں مرتبہ دہلی میں میاں صاحب کے پاس قیام کی مدت تقریباً ڈھائی سال رہی، اس عرصہ میں ان سے ترجمہ قرآن مجید، تفسیر جلالین، صحاح ستہ، موطا امام مالک، سنن دارمی، سنن دارقطنی اور شرح نخبۃ الفکر (نزہۃ النظر) سبقاً سبقاً پڑھی، اور فتوے بھی قلمبند کرتے رہے۔

دہلی کے دوسرے سفر میں شیخ حسین بن محسن یمانی انصاری (م ۱۳۲۷ھ) کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے، اور صحاح ستہ کے اطراف پڑھ کر ان سے عام اجازت حاصل کی۔ اس کے علاوہ بھی مختلف اوقات میں وہ دس بارہ دفعہ علامہ موصوف کی خدمت میں حاضر ہو کر مستفید ہوئے۔[2]

مولانا عظیم آبادی کی یہ بڑی خوش قسمتی تھی کہ ان کو اپنے زمانے کے ان دو جلیل القدر محدثین سے استفادے کا موقع ملا۔ یہ اسی کا فیض ہے کہ ان کی پوری زندگی علم و فن کی اشاعت، درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور دینی علوم خصوصاً حدیث کی شرح و تحقیق میں گذری۔

---

(۱) یہ سند آج بھی خدا بخش لائبریری پٹنہ میں زیر رقم ۳۱۹۶ بخط مولانا نذیر حسین محدث دہلوی موجود ہے۔ دیکھیے اس کے عربی مخطوطات کی فہرست "مفتاح الکنوز" ج ۳ ص ۲۴

(۲) یادگار گوہری ص ۱۰۹

اتباعِ سنّت کا شوق :-

ان پر شروع ہی سے اتّباعِ سنّت کا شوق غالب تھا، عقائد و اعمال میں صحابہ تابعین اور سلف صالحین کا مسلک اختیار کرنے کی کوشش کرتے تھے، ان کا خود بیان ہے کہ :-

> "مولانا علیم الدین حسین نگرنہسوی (م ۱۳۰۶ھ) کے پند و نصائح سے بڑا فائدہ حاصل ہوا، اللہ تعالیٰ نے اتّباعِ سنّت کا شوق ان ہی کے واسطے سے ہم کو عطا فرمایا ہے، اور میرے رفیق حبیب مولوی تلطّف حسین محی الدین پوری (م ۱۳۳۴ھ) نے بھی ان امور میں میری بڑی مدد کی ہے، جزاہما اللہ خیراً"(۱)

نکاح :-

جب پہلی دفعہ مرادآباد کے سفر سے ڈیانواں واپس ہوئے تو ۱۵ ربیع الاوّل ۱۲۹۴ھ میں چھپرہ (سارن) کے مولوی عبداللطیف صدیقی کی دوسری صاحبزادی سے ان کا عقد ہوا۔

طب پڑھنے کا ارادہ :-

اس زمانے میں طلبہ دینی علوم سے فراغت کے بعد باعزّت زندگی بسر کرنے کے لیے فن طب کی تحصیل کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ نصف صدی پہلے کے اکثر علماء کو طب میں بھی درک رہتا تھا، مولانا عظیم آبادی کی طبیعت کا زیادہ میلان حدیث کی جانب تھا، اس لیے ابتداءً ان کو طب کی جانب کوئی رغبت نہ ہوئی، مگر میاں صاحب کی تلقین و ترغیب سے اس کا شوق ہوا، چنانچہ وہ اپنے ایک گرامی نامہ میں مولانا عظیم آبادی کو تحریر فرماتے ہیں :-

نامہ نامی صحیفہ گرامی رسیدہ کاشف مدعا گردید، مگر ما طبیعت شما در علم دین خصوصاً	آپ کا گرامی نامہ ملا، مضمون سے آگاہی ہوئی۔ محترم! آپ کی طبیعت علم دین

---

(۱) یادگار گوہری ص ۱۰۴، ۱۰۶

در فن حدیث زیادہ تر مرتسخ شدہ است لہذا در علم دیگر مائل دفعۃً نخواہد بود، انشاء اللہ تعالیٰ در علم طب بعد جزو دو جز بتدریج مناسبت تام خواہد شد، خاطر شریف جمع دارید ما برضا و رغبت اجازت علم طب دادم و دعا می کنم کہ او واحب الخیر دا برکت زود تر بمراد دلی شمارا فائز کنانیدہ بخیریت تمام بدولت خانہ برساند(1)۔

خصوصاً فن حدیث کی طرف زیادہ مائل ہے اس لیے دوسرے علم کی طرف توجہ دفعۃً نہیں ہو سکتی، انشاء اللہ تعالیٰ علم طب میں ایک دو جز پڑھنے کے بعد طبیعت پوری طرح لگنے لگے گی، آپ مطمئن رہیں میں خوشی سے علم طب پڑھنے کی اجازت دیتا ہوں، اور دست بدعا ہوں کہ خدائے تعالیٰ بہت جلد آپ کو دلی مراد میں کامیاب بنا کر مع الخیر وطن پہنچا دے۔

غالباً طب پڑھنے کے لیے مولانا شمس الحق صاحب ٹونک تشریف لے گئے تھے، جیسا کہ میاں صاحب کے دوسرے مکتوب کے اس سوال سے ظاہر ہوتا ہے:۔

در رفتن ٹونک بتحصیل طب یا ادب افتادہ یا بطور سیر، ازیں رمز ہم اطلاع سانید(2)

اور ٹونک کیوں جانا ہوا؟ طب یا ادب پڑھنے کے لیے یا مطلق سیر و سیاحت کے لیے، اس کی بھی اطلاع دیں۔

لیکن غالباً اپنے علمی کاموں اور درس و تصنیف کی مشغولیتوں کی وجہ سے طب پڑھنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ البتہ اپنے فرزند محمد ادریس صاحب (م دسمبر ۱۹۶۰ء) کو طب کی اعلیٰ تعلیم دلائی اور وہ ایک کامیاب طبیب کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔

سفر حج:۔

۱۰ رجب ۱۳۱۱ھ کو مولانا ڈیانواں سے حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہوئے۔ اس

---

(1) مکاتیب نذیریہ ص ۲۲

(2) ایضاً ص ۲۳ و ۲۴

سفر میں بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہونے کے علاوہ حرمین کے متعدد اہلِ فضل و کمال سے ملاقات اور استفادہ کا موقع ملا[1]۔ جن مشائخ نے سند و اجازت مرحمت کی تھی ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں[2]:-

(۱) علامہ خیر الدین ابو البرکات نعمان بن محمود الآلوسی الحنفی البغدادی (م ۱۳۱۷ھ)
(۲) شیخ احمد بن ابراہیم بن عیسیٰ النجدی ثم المکی الحنبلی (م ۱۳۲۹ھ)
(۳) شیخ احمد بن احمد بن علی المغربی التونسی ثم المکی (م ۱۳۱۴ھ)
(۴) شیخ قاضی عبد العزیز بن صالح بن مرشد الحنبلی الشرقی (م ۱۳۲۴ھ)
(۵) عبد الرحمان بن عبد اللہ السراج الحنفی الطائفی (م ۱۳۱۵ھ)
(۶) شیخ محمد بن سلیمان حسب اللہ الشافعی المکی (م ۱۳۳۵ھ)
(۷) شیخ ابراہیم بن احمد بن سلیمان المغربی ثم المکی
(۸) شیخ محمد فالح بن محمد بن عبد اللہ الظاہری المہناوی المالکی المدنی (م ۱۳۲۸ھ)

ان علماء سے چھ ماہ تک استفادہ کرنے اور فریضۂ حج ادا کرنے کے بعد ۱۰ محرم الحرام ۱۳۱۲ھ کو وطن واپس آئے[3]۔

درس و تدریس :-

میاں صاحب کے یہاں سے جب پہلی مرتبہ ۱۲۹۶ھ میں اپنے وطن واپس ہوئے تو

---

(۱) یادگار گوہری ص ۱۷۶، تذکرہ علمائے حال ص ۳۱، نزھۃ الخواطر ج ۸ ص ۱۸۰

(۲) مولانا عظیم آبادی نے ان کا تذکرہ اپنی کتاب "الوجازۃ فی الاجازۃ" میں کیا ہے۔ اس کے دو قلمی نسخے خدا بخش لائبریری پٹنہ میں زیر رقم ۳۲۶۴، ۳۲۶۵ موجود ہیں۔ ان علماء سے حاصل کی ہوئی سندیں بھی خدا بخش لائبریری میں ایک مجموعے کے اندر زیر رقم ۳۲۰۶ اب تک محفوظ ہیں میں نے ان علماء و مشائخ کے مختصر حالات "حیاۃ المحدث" (ص ۲۵۱ - ۲۶۰) میں مع ذکر ماخذ لکھ دیے ہیں۔

(۳) یادگار گوہری ص ۱۷۶

دیگر علمی کاموں کے ساتھ ہی درس وتدریس کا مشغلہ بھی اختیار کیا ۱۳۰۳ھ میں دوسری بار جب وہاں سے واپس آئے تو باقاعدہ مسند درس پر رونق افروز ہوئے، ان کے حلقہ درس میں ملک کے گوشے گوشے سے لوگ آکر مستفید ہوتے تھے، عرب اور ایران کے طلبہ بھی ہوتے تھے، وہ طلبہ کے ساتھ بڑی شفقت ومحبت سے پیش آتے، طلبہ کے قیام وطعام ان کے لیے کتابوں کی فراہمی اور ضروری اخراجات کا سامان بھی کرتے تھے، ان کا حلقۂ درس بہت وسیع تھا، میاں صاحب کے بعد کم ہی لوگوں کے حلقۂ درس کو اتنی شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی ہوگی۔

مولانا کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے، ان میں سے چند مشہور لوگوں کے نام یہ ہیں[1]:-

(۱) مولانا احمد اللہ پرتاپ گڑھی (م ۱۳۶۲ھ)

(۲) مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی (م ۱۳۸۱ھ)

(۳) مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی (م ۱۳۶۹ھ)

(۴) مولانا عبدالحمید سوہدروی (م ۱۳۳۰ھ)

(۵) مولانا فضل اللہ مدراسی (م ۱۳۶۱ھ)

(۶) مولانا شرف الحق محمد اشرف ڈیانوی[2] (م ۱۳۲۶ھ)

(۷) مولوی ابوعبداللہ محمد زبیر ڈیانوی (م ۱۳۲۹ھ) مؤلف یادگار گوہری

(۸) حکیم محمد ادریس ڈیانوی[3] (م ۱۹۶۰ء)

افتار:-

میاں صاحب کی خدمت میں رہ کر افتار کا کام بھی انجام دیتے تھے، ان کا معمول تھا

---

(۱) ان کے حالات کے لیے دیکھیے "حیاۃ المحدث" ص ۲۶۲-۲۷۵

(۲) یہ مولانا کے چھوٹے بھائی تھے۔

(۳) یہ مولانا کے صاحبزادے ہیں۔

کہ وہ اپنے ہونہار شاگردوں کو فتویٰ نویسی کی مشق بھی کراتے تھے، عموماً ان کے پاس جب استفتے آتے تو وہ انھیں مختلف طالب علموں کے حوالے کر دیتے اور خود ان کے جواب ملاحظہ فرما کر تصویب و تصحیح فرما دیتے تھے، مولانا عظیم آبادی نے اپنے ڈھائی سالہ قیام کے زمانے میں بکثرت فتوے لکھے مگر ان کا پتہ نہیں چلتا، "فتاوی نذیریہ" کی جو دو جلدیں چھپی ہیں ان میں صرف چند سالوں ہی کے فتوے شامل ہیں، ان میں مولانا شمس الحق عظیم آبادی کے چھ مستقل فتوے[۱] اور چھ فتووں پر ان کے تائیدی دستخط ثبت ہیں[۲]۔ ایک جگہ ان کی ایک طویل تحریر بھی نظر آتی ہے جس میں انھوں نے مولانا عبدالحیٔ لکھنوی (م ۱۳۰۴ھ) پر تعاقب کیا ہے[۳]۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ طالب علمی ہی کے زمانے سے ان کو فتوی نویسی میں مہارت ہو گئی تھی، "فتاوی نذیریہ" میں ان کے جو فتوے ہیں وہ بڑے مفصّل و مدلّل ہیں، ان میں بعض بعض فتوے چار چار اور بعض پانچ صفحوں پر پھیلے ہوئے ہیں۔

میاں صاحب کے یہاں سے واپسی کے بعد بھی برابر افتاء کی خدمت انجام دیتے رہے، اور بکثرت فتاوی عربی، اردو اور فارسی تینوں زبانوں میں تحریر فرمائے، مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی کا بیان ہے کہ "زیادہ وقت اسی کارِ خیر میں بسر ہوتا تھا"[۴] افسوس ہے کہ ان کے تمام فتوے محفوظ نہیں رہے، صرف دو ناقص مجموعے "تنقیح المسائل" کے نام سے خدا بخش لائبریری میں زیر رقم ۱۷۶، ۱۷۷ (اردو مخطوطات تیو سیریز) موجود ہیں، ان کے

---

(۱) دیکھیے فتاوی نذیریہ جلد اول ص ۱۴۳-۱۵۳، ۲۸۶-۲۸۹، ۳۲۵-۳۳۰، ۳۷۲-۳۷۳، ۴۳۶-۴۳۱، جلد دوم ص ۱۵۱-۱۵۵

(۲) دیکھیے کتاب مذکور جلد اوّل ص ۳۹۵، ۴۳۸-۴۳۹، ۵۰۸-۵۱۰، جلد دوم ص ۴۴-۴۵، ۱۷۹-۱۸۰، ۴۷۹-۴۸۰

(۳) فتاوی نذیریہ جلد دوم ص ۲۶۹-۲۷۲

(۴) اہلحدیث امرتسر ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۹ء ص ۹

علاوہ انھوں نے اپنے بعض رسالے استفتا کے جواب میں لکھے تھے، آگے ان کا ذکر تصنیفات میں کیا جائے گا۔

وعظ وتذکیر:۔

ڈیانواں میں درس وتدریس کے علاوہ وعظ وارشاد بھی ان کا خاص مشغلہ تھا، ان کی تقریروں سے بڑا فیض پہنچا، اکثر لوگوں نے غلط عقیدے، مبتدعانہ خیالات، جاہلانہ رسمیں اور فسق وفجور کی عادتیں چھوڑ دیں، خود ان کی والدہ نے بھی ان کے وعظ وارشاد سے متاثر ہو کر اپنی بعض غیر شرعی عادتیں ترک کر دی تھیں۔ محلہ کی اکثر عورتیں بھی ان کے وعظ میں شریک ہوتی تھیں، ان کی نانی کہا کرتی تھیں کہ "تم جس وقت اللہ کی باتیں سناتے ہو، اس وقت نہایت بزرگ معلوم ہوتے ہو"[1]

کتب حدیث کی اشاعت:۔

مولانا عظیم آبادی کا سب سے اہم کارنامہ حدیث اور کتب حدیث کی ترویج واشاعت ہے۔ ان کی دولت اسی مبارک کام کے لیے وقف رہتی تھی، ۵۶ سال کی قلیل عمر میں انھوں نے حدیث کی جو مفید خدمات انجام دیں اس کی مثال اس دور میں ملنی مشکل ہے۔ علامہ ابن تیمیہ، حافظ ابن قیم، علامہ ذہبی اور منذری وغیرہ کی متعدد کتابیں اپنے خرچ سے طبع کرائیں، منذری کی مختصر السنن، ابن قیم کی تہذیب السنن اور سیوطی کی اسعاف المبطا وغیرہ کو تصحیح وتعلیق کے بعد شائع کیا، وہ قاضی شیخ محمد مچھلی شہری (م ۱۳۲۰ھ) کی تقریباً ۲۵ کتابوں کی اشاعت کے بڑے آرزومند تھے، مگر ان کے فرزندوں نے مولانا کے شدید اصرار کے باوجود مسودے نہیں دیے ورنہ مولانا کی توجہ سے وہ بھی شائع ہو گئی ہوتیں[2]۔

حدیث کی بعض امہات کتب کی خدمت کی سعادت ان کے حصے میں آئی، چنانچہ سنن ابی داود اور سنن دار قطنی کے مختلف نسخوں کی مدد سے ان کے متون کی تصحیح ومقابلہ

---

(۱) یادگار گوہری ص ۹۳

(۲) تراجم علمائے اہل حدیث ہند ج ۱ ص ۳۸۰

کیا، پھر مفید تعلیقات لکھ کر ان کو شائع کیا۔ سنن ابی داود کی مبسوط شرح لکھی، اس کا ذکر آگے آئے گا۔

حدیث کی حمایت اور دینی حمیت :۔

حدیث وسنّت اور عقیدۂ سلف کی تائید وحمایت کے لیے پوری طرح کمربستہ رہتے تھے، اور ان کی معمولی مخالفت بھی برداشت نہیں کرتے تھے، ڈاکٹر عمر کریم پٹنوی اور سیّد عبدالغفور عظیم آبادی نے جب حدیث، ائمہ حدیث اور امام بخاری کے خلاف زبان طعن دراز کی تو انھوں نے اپنے تلمیذ رشید اور ممتاز عالم مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی (م ۱۳۶۹ھ) سے اس کا جواب لکھوایا، اور اس سلسلے میں ان کی ہر قسم کی علمی ومالی اعانت بھی کی اور اس موضوع پر ان کی تمام کتابیں (حل مشکلات بخاری، الامر المبرم، ماء حمیم، صراطِ مستقیم، الریح العقیم، العرجون القدیم وغیرہ) اپنے خرچ پر شائع کیں، اسی طرح جب مولانا شبلی نعمانی (م ۱۹۱۴ء) نے اپنی کتاب "سیرۃ النعمان" میں محدثین پر عموماً اور امام بخاری پر خصوصاً تنقید کی تو ضرورت محسوس ہوئی کہ ایک مستقل کتاب امام بخاری کے حالات اور کارناموں پر مشتمل لکھی جائے جس میں ان کی عظمت کا بیان اور شبلی کے اعتراضات کا بھرپور جواب ہو۔ چنانچہ مولانا نے اس وقت کے مشہور عالم اور محقّق مولانا عبدالسّلام مبارک پوری (م ۱۳۴۲ھ) سے "سیرۃ البخاری" لکھوائی، اس سلسلے میں ہر طرح علمی معاونت کی اور طباعت کے بعد اس کے سَو نسخوں کے خریدنے کا وعدہ بھی کیا لیکن افسوس کہ مولانا اس کی اشاعت سے چند ماہ قبل ہی ۱۹۱۱ء میں انتقال کر گئے[1]۔ یہ کتاب آج تک اپنے موضوع پر بے نظیر ہے۔

مولانا عبدالسّلام مبارک پوری کے علاوہ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی (م ۱۳۳۶ھ) نے بھی "سیرۃ النعمان" کے جواب میں "حسن البیان" تالیف کی۔ یہ بھی شاہکار ہے،

---

(۱) اہلِ حدیث (امرتسر) ۲۸ اپریل ۱۹۱۱ء

اب تک کسی حنفی عالم نے اس پر تنقید کرنے کی جرأت نہ کی۔

امام بخاری ہی سے متعلق ایک دوسرے حنفی عالم نے جب ایک کتاب "بعض الناس فی دفع الوسواس" لکھی جس میں انھوں نے امام ابوحنیفہ پر امام بخاری کے ۲۴ اعتراضات کا جواب دینے کی بے کار سی کوشش کی تو مولانا عظیم آبادی نے خود ہی بڑے محققانہ انداز میں اس کی تردید "رفع الالتباس عن بعض الناس" کے نام سے لکھی اور دکھایا کہ کس طرح امام بخاری حق بجانب ہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ انھوں نے امام ابوحنیفہ کی تنقیص کی ہے۔ بلکہ اسی میں بڑی فراخ دلی کے ساتھ اُن کی عظمت کا اعتراف بھی کیا ہے(۱)۔

اسی طرح آمین بالجہر کے مسئلہ میں مولوی محمد علی مرزاپوری حنفی کے رسالہ "القول المتین فی اخفاء التامین" کا جواب "الکلام المبین فی الجہر بالتامین والرد علی القول المتین" لکھا جس میں تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔

مولانا ظہیر احسن شوق نیموی حنفی (م ۱۳۲۲ھ) کے فقہی رسائل کا جواب دینے کے لیے مولانا نے خصوصی طور پر مولانا محمد سعید بنارسی (م ۱۳۲۲ھ) اور مولانا ابوالمکارم محمد علی مئوی (م ۱۳۵۳ھ) کو تیار کیا تھا اور ان لوگوں کے لیے بھوپال کی ریاست سے ماہانہ وظیفہ متعین کرایا۔ چنانچہ انھوں نے متعدد رسالوں کے جوابات لکھے، ان کی اشاعت بھی مولانا نے اپنے خرچ پر کی اور مفت تقسیم کروائے، جیسا کہ ان رسالوں کے مقدموں اور خاتموں سے ظاہر ہوتا ہے(۲)۔

یہ چند مثالیں ہیں جن سے ان کے عقیدہ و مسلکِ سلف سے محبت اور حدیث و سنت سے

---

(۱) دیکھیے رفع الالتباس ص ۱۳۶-۱۳۷ طبع بنارس۔

(۲) مثال کے طور پر ملاحظہ ہو: اوثق العری باقامة الجمعة فی القری (تالیف: مولانا محمد سعید بنارسی) ص ۲ طبع بنارس ۱۳۱۵ھ، "المذہب المختار فی الرد علی جامع الآثار" (تالیف مولانا ابوالمکارم)، طبع بنارس ۱۳۱۶ھ، ٹائٹل پیج

شیفتگی کا کچھ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

مولانا میں بڑی دینی حمیت بھی تھی، اس لیے شریعت کے منافی کوئی بات پسند نہیں کرتے تھے، بدعات و خرافات سے سخت نفرت تھی، توحید و اتباعِ سنّت کے پرجوش داعی تھے۔

ان کے زمانے میں ہندوؤں کے اثر سے مسلمان بھی نکاحِ بیوگان کو بہت معیوب سمجھتے تھے، مگر مولانا نے اس غیر شرعی رسم کو ختم کر کے سب سے پہلے اپنے خاندان میں بیوہ عورتوں کے نکاح کو رواج دیا۔(۱)

ملّی و جماعتی خدمات:۔

مولانا شمس الحق صاحب جماعت اہلِ حدیث کے رکن رکین اور اس کے خاص علم بردار تھے، ان کا ذوق اگرچہ خالص علمی تھا، تاہم اکثر جماعتی سرگرمیوں میں بھی پیش پیش رہتے تھے، دسمبر ۱۹۰۶ء میں آل انڈیا اہلِ حدیث کانفرنس کی تاسیس عمل میں آئی تو اس کے ہر ہر پروگرام میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا اور زندگی بھر اس کی وسعت و ترقی کے لیے کوشاں رہے، اس کے جلسوں میں پابندی سے شرکت فرماتے تھے، اس کے انتظام و انصرام کی بعض ذمّہ داریاں بھی ان کے سپرد تھیں اور وہ انھیں بڑے شوق اور دلچسپی سے انجام دیتے تھے، اپنی وفات تک کانفرنس کے وہی امین (خازن) تھے، اور انھوں نے اس کا حساب کتاب ہمیشہ بہت صاف رکھا۔ اس کا اندازہ مولانا کے ایک خط سے لگایا جا سکتا ہے جو انھوں نے ۴ ارمارچ ۱۹۱۱ء کو مولانا ثناء اللہ امرتسری (م ۱۹۴۸ء) کے نام لکھا تھا، یہ غالباً ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا آخری خط تھا۔(۲)

جماعتی سرگرمیوں کے علاوہ مسلمانوں کی بعض علمی و اصلاحی تحریکوں میں بھی شریک رہتے تھے، تحریک ندوۃ العلماء کے حامیوں میں تھے اور اس کے دار العلوم کی ہر قسم کی مالی

---

(۱) یادگارِ گوہری ص ۱۰۹

(۲) اہلِ حدیث ۱۲ مارچ ۱۹۱۱ء ص ۴

اور علمی امداد کرتے تھے، دوسرے جماعتی وغیر جماعتی مدرسوں اور اداروں کی بھی امداد کرتے رہتے تھے، مدرسہ اصلاح المسلمین (پٹنہ) جس کی تاسیس مولانا عبدالرحیم صادق پوری کے ہاتھوں ۱۳۱۶ھ میں ہوئی تھی، اس کے عرصہ تک سکریٹری رہے[1]۔ مدرسہ احمدیہ آرہ کے (جسے مولانا ابو محمد ابراہیم آروی (م ۱۳۱۹ھ) نے ۱۲۹۷ھ میں قائم کیا تھا)[2] اہم رکن تھے، اور اس کی تعمیر و ترقی اور انتظامی امور میں بڑے دخیل، اور اس کے سالانہ جلسوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے[3]، آپ کے گھر کی حیثیت بھی ایک مدرسے سے کم نہ تھی، یہاں سیکڑوں طلبہ ان سے مستفید ہوتے تھے، ان کی وفات کے بعد اسی کی یادگار میں ان کے صاحبزادے حکیم محمد ادریس صاحب نے "جامع ازہر" کے نام سے ایک مستقل مدرسہ قائم کیا تھا[4] لیکن افسوس کہ زیادہ دنوں تک وہ جاری نہ رہ سکا۔

مولانا دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد کے بھی رکن تھے، تہذیب التہذیب اور تذکرۃ الحفاظ وغیرہ ان کے مشورے سے شائع ہوئیں، مصر کے بعض مطابع بھی کتابوں

---

(۱) اہل حدیث ۲۸ اپریل ۱۹۱۱ء ص ۴

(۲) یہ دارالعلوم ندوۃ العلماء (قائم شدہ ۱۳۱۲ھ) سے ۱۹ سال پہلے وجود میں آچکا تھا۔ اس میں پہلی بار عربی نصاب تعلیم کی اصلاح اور طلبہ کے لیے ہوسٹل کی تعمیر کی گئی اور علماء و جدید تعلیم یافتہ حضرات کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی کوشش کامیاب ہوئی۔ افسوس کہ آج اکثر مورخین اس ادارے کا عمداً ذکر نہیں کرتے جب کہ سید سلیمان ندوی نے اس کی مذکورہ خصوصیات کا کھلے الفاظ میں اعتراف کیا ہے (دیکھیے حیات شبلی ص ۳۰۸، نقوش (آپ بیتی نمبر، جلد اول ص ۷۰، ۲، تراجم علمائے حدیث ہند جلد اول ص ۳۶ (مقدمہ)

(۳) دیکھیے جلسہ مذاکرہ علمیہ کی روئدادیں۔ خصوصاً جلسہ نمبر ۱۵ ص ۵۱، جلسہ ۱۶ ص ۶۲، جلسہ ۱۷ ص ۴۶، جلسہ ۱۸ ص ۳۶، جلسہ ۱۹ ص ۲۱، جلسہ ۲۰ ص ۱۳

(۴) ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات ص ۱۶۵-۱۶۶

کی اشاعت کے سلسلے میں ان سے رائے و مشورہ لیا کرتے تھے۔[1]

فضل و کمال:۔

مولانا کی دینی علوم، معقولات اور ادب وغیرہ پر وسیع نظر تھی، طالب علمی ہی کے زمانے سے بحث و نظر اور مطالعہ و تحقیق کے عادی تھے، اللہ نے ان کو غیر معمولی ذہانت اور قوت فہم سے نوازا تھا، فقہی مذاہب اور ائمہ کے اختلافات و دلائل پر مکمل عبور رکھتے تھے، ان کے علمی تبحر اور وسعتِ نظر پر ان کی تصنیفات شاہد ہیں، مطالعہ کی کثرت، کتابوں کی مزاولت اور فنِ حدیث میں غیر معمولی اشتغال کی وجہ سے حدیث پر ان کو مجتہدانہ بصیرت حاصل ہو گئی تھی، وہ صحیح و ضعیف، راجح و مرجوح، مرفوع و موقوف، محفوظ و معلل، متصل و منقطع اور حدیث کی دوسری تمام انواع و اقسام کے درمیان نقد و تمیز کی غیر معمولی صلاحیت رکھتے تھے، ان کے معاصرین میں کم ہی لوگ کتب رجال، ائمۂ جرح و تعدیل اور رواۃ کے طبقات وغیرہ سے واقفیت میں ان کے ہم پایہ رہے ہوں گے، وسعت علم و نظر کا یہ حال تھا کہ اگر کسی کتاب میں کوئی غلطی یا معمولی فرق و اختلاف بھی ہوتا تو وہ ان سے مخفی نہ رہتا فوراً ہی اس کی تصحیح فرما دیتے تھے، قاضی شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) نے نیل الاوطار میں اسماء رجال کے اندر جو غلطیاں کی ہیں ان کی اپنے ذاتی نسخے کے حاشیے میں تصحیح کر دی تھی۔[2] جامع ترمذی مطبوعہ ہند میں "باب ما یقول اذا خرج من الخلاء"، کی سند کے اندر "حدثنا محمد بن اسماعیل"، (البخاری)، کے بجائے "حدثنا محمد بن حمید بن اسماعیل" طبع ہوتا چلا آرہا ہے، اس واضح غلطی کی سب سے پہلے ان ہی نے نشاندہی فرمائی۔[3] اور متعدد شواہد و قرائن سے

---

(۱) اہلِ حدیث ۲۸ اپریل ۱۹۱۱ء ص ۴

(۲) اہل حدیث ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۹ء ص ۹

(۳) ایضاً

ثابت کیا کہ مطبوعہ نسخہ میں نام صحیح طور پر درج نہیں ہے[1]، اس طرح کی متعدد مثالوں سے ان کی دقت نظر، کثرت مطالعہ اور وسعت علم کا اندازہ ہوتا ہے۔

مولانا کے فضل وکمال کا ان کے معاصرین اور تلامذہ نے بھی مکمل اعتراف کیا ہے، مولوی محمد زبیر ڈیانوی لکھتے ہیں

وللعلماء فی حقه قصائد فی العربیه والفارسیه مذکورة فی هدایة الطالبین الی مکاتیب الکاملین[2]	علماء نے ان کی شان میں عربی و فارسی کے متعدد قصیدے لکھے ہیں جو ہدایۃ الطالبین الی مکاتیب الکاملین میں مذکور ہیں۔

مولانا کی مختلف کتابوں کے آخر میں جو قطعات تاریخ، تاریخ طبع اور اُردو فارسی، عربی کے متعدد قصیدے شامل ہیں، ان میں بھی ان کے فضل وکمال کا اعتراف کیا گیا ہے[3]، علمائے اہل حدیث کے علاوہ دوسرے طبقہ ومسلک کے علماء نے بھی ان کی تحسین وتعریف کی ہے[4]، ان کے اساتذہ بھی ان کے علم وفضل کے معترف تھے۔ میاں صاحب نے اپنے بہت سے خطوط میں انھیں "جامع الحسنات والکمالات"

---

(۱) مولانا کے بعد علامہ احمد محمد شاکر (م ۱۳۷۷ھ) نے جامع ترمذی پر اپنی تعلیقات (ج ۱ ص ۱۲) کے اندر بھی اس پر تنبیہ کی ہے، مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری (م ۱۳۵۳ھ) کی تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۱۶ (طبع اول) میں بھی اس کی طرف اشارہ موجود ہے۔

(۲) یادگار گوہری ص ۱۱۰

(۳) ملاحظہ ہو، اعلام اہل العصر، المکتوب اللطیف الی المحدث الشریف، عون المعبود ج ۴، التعلیق المغنی علی سنن الدارقطنی ج ۲، الکلام المبین فی الجہر بالتامین

(۴) دیکھیے عون المعبود ج ۴ ص ۵۵۴ ببعد، التعلیق المغنی ج ۲ ص ۱۰ ببعد، تراجم علمائے حدیث ہند ج ۱ ص ۳۷، ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں ص ۷۴، الحیاۃ بعد المماۃ ص ۵-۶، نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۱۷۹، الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند ص ۱۴۱

اور الفاضل النحریر، صاحب التقریر والتحریر، الحبر الموفق" کے اوصاف سے خطاب کیا ہے[1]۔ ایک دوسرے استاد شیخ حسین بن محسن یمانی کے الفاظ مولانا کے متعلق ملاحظہ فرمایئے "شیخ الاسلام والمسلمین، امام المحققین والائمۃ المدققین صاحب التالیف المجیدۃ والتصانیف المفیدۃ، المشتھر بالفضائل فی الآفاق، المحرز قصب الکمال فی مضمار السباق، العلامۃ الہمام۔۔۔۔"[2]

اخلاق وعادات :-

مولانا طبعاً شریف، متواضع اور ملنسار شخص تھے، اس لیے ہر طبقہ ومسلک کے علماء اور ارباب کمال سے ان کے اچھے تعلقات تھے، ان کی طبیعت میں حق پسندی تھی، اس لیے دوسرے مسلک کے لوگوں کے کمالات کے اعتراف میں اور اپنے طبقے کے بعض علماء کی غلط رایوں کی تردید میں جماعتی عصبیت مانع نہ ہوتی تھی، رفع الالتباس میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کے علم وفضل کا بڑی فراخ دلی سے اعتراف کیا ہے اور بعض مسائل میں اپنے سب سے محترم استاد میاں صاحب سے بھی اختلاف کیا ہے[3]۔

انکسار اور فروتنی کی بنا پر اپنی بعض کتابوں پر اپنا نام دینا بھی پسند نہیں کیا، ہر شخص سے خندہ روئی کے ساتھ ملتے۔ ناگوار اور تکلیف دہ باتوں پر بھی چیں بہ جبیں نہیں ہوتے تھے، مولانا ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں "اخلاق کی یہ کیفیت تھی کہ کبھی ان کی پیشانی پر بل نہیں دیکھا بلکہ حدیث شریف "تبسمک فی وجہ اخیک صدقۃ" پر پورے عامل تھے، میں نے اس حدیث کے عامل علماء کو کم دیکھا ہے[4]۔"

---

(۱) مکاتیب نذیریہ (جس کی صرف پہلی جلد شائع ہو سکی) میں مولانا کے نام میاں صاحب کے ۲۱ خطوط موجود ہیں جن کے نمبر یہ ہیں۔ ۱۱، ۱۳، ۱۴، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۸، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۴، ۳۵، ۶۰، ۱۱۴، ۱۳۶،

(۲) عون المعبود ج ۴ ص ۵۵۴ (طبع اول)

(۳) الحیاۃ بعد المماۃ ص ۱۲۳ و ۱۲۴ (طبع اول)

(۴) اہلحدیث ۳۱ مارچ ۱۹۱۱ء ص ۴

بڑے مہمان نواز، فیاض طبع اور اہلِ علم کے نہایت قدردان تھے، اس لیے ان کے گھر پر علماء و طلبہ کا اژدحام رہتا تھا، ان کا کتب خانہ ان لوگوں کے لیے وقف رہتا تھا۔ اپنی ذاتی کتابیں اہلِ علم کو بے تکلف ہدیۃً یا عاریۃً دیدیتے تھے، ان کے پاس جن کتابوں کے نسخے مکرّر ہوتے ان کو دوسروں کو دیدینے میں پس وپیش نہ کرتے۔ شرح بخاری کے کئی نسخے ان کے پاس تھے، ان میں سے ایک کتب خانہ اصلاح المسلمین اور دوسرا مولوی محمد صاحب پٹنوی مالک مطبع احمدی کے حوالے کردیا[1]۔ ان کے اخلاق وادصاف کا ذکر کرتے ہوئے مولوی محمد زبیر ڈیانوی لکھتے ہیں۔

وله حب شديد مع العلماء المحدثين ومع طلبة العلم... ومع ذلك كله هو موصوف بالصدق والحياء والسخاء والثقة والديانة والامانة والعدالة وهو ملازم للجمعة والجماعة[2]	وہ علماء و محدثین اور طلبہ سے بڑی محبت کرتے تھے .... راست بازی، حیا، سخاوت، ثقاہت، دیانت اور امانت و عدالت سے متّصف اور جمعہ و جماعت کے پابند تھے۔

مولانا حکیم سید عبدالحئی حسنی رقمطراز ہیں:۔

وكان حليما متواضعًا كريما عفيفا صاحب صلاح وطريقة ظاهرة، محبا لاهل العلم[3]	وہ بڑے حلیم، متواضع، شریف، پاک دامن، نیک اور عمدہ طور و طریقہ کے مالک اور اہلِ علم سے محبّت کرنے والے تھے۔

مولانا حکیم سید عبدالحئی سے ان کی برابر خط و کتابت رہتی تھی، ان کے چار خطوط حکیم

---

(۱) اہلِ حدیث، ۲۸ / اپریل ۱۹۱۶ء ص ۳ و ۴

(۲) یادگار گوہری ص ۱۰۹

(۳) نزھۃ الخواطر ج ۸ ص ۱۷۹

صاحب کے نام آج تک رائے بریلی میں مولانا علی میاں ندوی کے پاس موجود ہیں۔ اس کتاب کے آخر میں انھیں پہلی بار شائع کیا جا رہا ہے۔ حکیم صاحب کو اپنی کتابوں "نزھۃ الخواطر" اور "الثقافۃ الاسلامیہ فی الھند" کی ترتیب و تالیف میں ان کے کتب خانہ سے بڑی مدد بھی ملی۔ وہ خود تحریر فرماتے ہیں۔

وکان یحبنی للّٰہ سبحانہ و کنت احبہ وکان بینی و بینہ من المراسلۃ مالم تنقطع الی یوم وفاتہ(۱)	وہ مجھ سے اللہ کے لیے محبت کرتے تھے اور میں بھی، میرے اور ان کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ ان کی وفات کے روز تک جاری رہا۔

بعض اور مصنفین نے بھی ان کے علمی تعاون کا اعتراف کیا ہے۔(۲)

مرض و وفات:-

۱۱-۱۹۱۰ء میں طاعون کی بیماری پورے ملک میں پھیلی ہوئی تھی، بہار میں مولانا کا ضلع پٹنہ خاص طور پر اس کی زد میں تھا۔ مولانا کے موضع ڈیانواں کی کیفیت خود ان ہی زبانی ملاحظہ ہو، وہ وفات سے سات روز قبل ۱۳ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۱ مارچ ۱۹۱۱ء کو مولانا ثناء اللہ امرتسری کے نام اپنے ایک گرامی نامہ میں لکھتے ہیں۔

> ۔۔۔۔ ہم عرصہ سے علیل ہیں، اور ضعف غالب ہوتا جاتا ہے، اور غذا بہت کم، اس لیے بنظر تبدیل آب و ہوا، ڈیانواں سے مع سامان سفر روانہ ہوئے پہلے جبل

---

(۱) نزھۃ الخواطر، ج ۸ ص ۱۷۹

(۲) ملاحظہ ہو فتاوی نذیریہ ج ۱ (ٹائٹل پیج کی پشت پر) طبع اول، مکاتیب نذیریہ ج ۱ ص ۲-۳، الحیاۃ بعد المماۃ ص ۵-۶، سیرۃ البخاری ص ۳۳-۳۴، الامر المبرم فی الرد علی الکلام المحکم ص ۲۱۲، تذکرہ علماء حال ص ۳۱، رکعات تراویح (تالیف حافظ عبداللہ غازی پوری) ص ۹ (طبع لکھنؤ ۱۸۹۹ء)، الارشاد الی سبیل الرشاد ص ۳۸۶ (طبع لاہور ۱۹۶۶ء)

راجگیر پر اقامت چاہتے تھے، پھر بعد میں یکماہ کے سفر دہلی وغیرہ کرتے، اسی خیال سے اپنے سب طالب علموں کو بھی رخصت کردیا، اور سب کام بند کرکے روانہ ہوئے ..... بعد روانگی میرے، معلوم ہوا کہ ڈیانواں میں بھی طاعون آگیا اور بہت زور ہے، مجبوراً نہایت حیرانی و پریشانی کی حالت میں واپس آئے اور اللہ اللہ علامت "یوم یفر المرء من اخیہ" کی پایا۔ ایسا چھوٹا قریہ اور یہ حالت، اللہ تعالیٰ رحم فرماوے اور امن عطا کرے، میرے سارے خدام بیمار اور بعض بعض بخوف دوسری دوسری جگہوں میں چلے گئے، عجیب نازک حالت ہے، اللہ تعالیٰ رحم فرماوے، میرے مختار و منشی اور جو لوگ کام دفتر کا کرنے والے ہیں، سب کے سب چھکے روانہ ہو گئے، یہ قریہ گویا اس وقت خالی ہے، ہم اس وقت یہ خط لکھتے ہیں اور طبیعت بالکل حاضر نہیں ہے..... اللہ اللہ ہر دن دو تین موتیں ہوتی ہیں، سارے لوگ جھونپڑی میں بدحواس ہیں، اشخاص چند اندر مکان کے بستے ہیں، یہ قریہ صغیرہ حکم میں قریۂ بیرہ کے ہے، چونکہ ساری اشیاء ما یحتاج الیہا ہر وقت ملتی ہیں، مگر آج کل چونکہ سارے لوگ بھاگے ہوئے ہیں۔ ایک پیسہ کی چینی بھی نہیں ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرماوے[1]"

---

(۱) اہلحدیث ۳۱ر مارچ ۱۹۱۱ء ص ۸

ڈیانواں آنے کے چند ہی روز بعد ۱۳ ربیع الاول مطابق ۵ مارچ کو وہ خود طاعون کے مرض میں مبتلا ہوئے اور چھ دن بعد ۱۹ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ مطابق ۲۱ مارچ ۱۹۱۱ء بروز سہ شنبہ ۶ بجے صبح ۵۶ سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بقول مولانا ابو القاسم سیف بنارسی "جس وقت کہ دنیا کا آفتاب طلوع ہوا تھا اسی وقت دین کا آفتاب (شمس الحق) غروب ہوا۔"[1]

ان کی وفات پر بہت سے اہل علم نے قطعات تاریخ اور شعراء نے اردو، فارسی اور عربی میں مرثیے کہے، علماء نے تاثرات قلمبند کئے۔ مولانا ابو القاسم سیف بنارسی کے تینوں زبانوں میں پر درد اشعار اور مختلف مادہ ہائے تاریخ اور مولانا ابو الوفا ثناء اللہ، مولانا عبد العزیز رحیم آبادی، شاہ عین الحق پھلواروی اور مولانا عبد السلام مبارک پوری کے تاثرات قابل ذکر ہیں[2]۔ لیکن طوالت کے خوف سے ان کو قلم انداز کیا جاتا ہے[3]۔

اولاد:۔

مولانا کی چار لڑکیاں اور تین لڑکے تھے[4]، لڑکوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ محمد شعیب۔ یہ بچپن میں پانچ ہی ماہ کی عمر میں ۱۷ رجب ۱۲۹۶ھ کو انتقال کر گئے تھے۔

۲۔ حکیم ابو عبد اللہ محمد ادریس، ۱۶ رجب ۱۲۹۸ھ کو پیدا ہوئے۔ دینی تعلیم مکمل کرنے کے بعد انھوں نے طب کی تحصیل کی، اور اپنے اطراف کے ایک بڑے طبیب کی حیثیت سے معروف ہوئے۔ ان کی ایک کتاب "اعدل الاقوال فی بیان الظلم علی العباد"

---

(۱) الاحرار طبرم ص ۲۱۲

(۲) ایضاً ص ۲۱۲، ۲۱۴ و ہفتہ وار اہلحدیث ۳۱ مارچ و ۲۱ و ۲۸ اپریل ۱۹۱۱ء

(۳) "حیاۃ المحدث" ص ۶۳-۶۸ میں بعض علماء و شعراء کے تاثرات نقل کئے گئے ہیں۔

(۴) یادگار گوہری ص ۱۱۲ تا ۱۲۵۔ مولانا کے اولاد و احفاد کا نقشہ اس کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔ یہ مولانا کے پڑپوتے جناب حماد شمسی اور جناب عبد الرقیب صاحب سے حاصل شدہ معلومات پر مبنی ہے۔

کا ذکر ملتا ہے لیکن میری نظر سے نہیں گذری۔ بعض مضامین اور مقالات اہل حدیث (امرتسر)
میں بھی شائع ہوئے ہیں۔ انھوں نے اپنے والد کی وفات کے بعد ڈیانواں میں "جامع الزہرا"
کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا تھا۔ "مدرسہ اصلاح المسلمین" (پٹنہ) کے ناظم بھی بہت
دنوں تک رہے۔ سیاسی اعتبار سے مسلم لیگ کے زبردست حامی تھے۔ اسی وجہ سے آخر
عمر میں وہ ڈھاکہ منتقل ہو گئے اور وہیں دسمبر ۱۹۶۱ء کو وفات پائی۔ ان کے سات لڑکیاں
اور چار لڑکے پیدا ہوئے۔ لڑکوں کے نام یہ ہیں۔ ابو محمد عبداللہ (م ۱۹۳۹ء)، عبدالباسط
(م ۱۹۷۳ء)، عبدالمعطی (جو کم سنی میں وفات پا گئے) اور عبدالمعز، یہ ابھی تک بہار شریف
میں بقید حیات ہیں[1]۔

۳۔ حافظ عبدالفتاح المعروف بہ محمد ایوب۔ بروز یکشنبہ، محرم ۱۳۰۵ھ کو پیدا
ہوئے۔ حفظِ قرآن کے بعد دینی تعلیم حاصل کی۔ اپنے والد، چچا (مولانا محمد اشرف)
اور بڑے بھائی (حکیم محمد ادریس) کے ساتھ ۱۳۱۲ھ میں حج کے لیے تشریف لے گئے تھے
وہاں حجاز کے علماء و شیوخ سے استفادہ کیا۔ وطن واپس آنے کے بعد وہ چند سال
ڈیانواں میں رہے، پھر ہرداس بگہہ منتقل ہو گئے۔ کچھ دنوں صادق پور (پٹنہ) میں بھی
مقیم رہے۔ ۱۹۳۴ء میں انتقال کیا اور اپنے پیچھے تین لڑکے [محمد ابو القاسم (م ۱۹۷۸ء)
محمد محسن اور محمد احسن جاوید (یہ دونوں ابھی بقید حیات ہیں)] چھوڑے[2]۔

---

(۱) حکیم محمد ادریس کے مختصر حالات میں نے "حیاۃ المحدث" (ص ۲۶۲-۲۶۴) میں لکھ دیے
ہیں مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: یادگار گوہری ص ۱۱۳، ۱۲۰، اہل حدیث (امرتسر) ۱۲
دسمبر ۱۹۱۹ء و ۲۹ اپریل ۱۹۲۲ء، مکتوب حکیم محمد ادریس بنام مولانا ابو القاسم سیف بنارسی
مورخہ ۴ محرم ۱۳۳۸ھ، ہندوستان میں اہل حدیث کی خدمات ص ۱۶۵-۱۶۶۔

(۲) حافظ محمد ایوب کے مختصر حالات کے دیکھیے: یادگار گوہری ص ۱۲۰-۱۲۳، اور "حیاۃ
المحدث"، ص ۲۶۴

کتب خانہ:۔

اوپر گزر چکا ہے کہ مولانا کو کتابیں جمع کرنے کا بڑا شوق تھا، چنانچہ ان کا کتبخانہ ہندوستان کے عظیم الشان کتب خانوں میں شمار ہوتا تھا، یہ مختلف فنون کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابوں پر مشتمل تھا، فن حدیث کے اتنے عمدہ ذخیرے سے اس وقت کے اکثر کتب خانے خالی تھے۔ اس کتب خانے میں مخطوطات اور نادر و نایاب کتابوں کا اتنا بڑا ذخیرہ اکٹھا ہو گیا تھا، جو یورپ کے بعض بڑے بڑے کتب خانوں میں بھی نہیں پایا جاتا تھا[1]۔ بنارس کے ٹاؤن ہال میں ۱۴؍ اپریل ۱۹۰۶ء کو ندوۃ العلماء کے زیر اہتمام جن نادر و کمیاب کتابوں کی نمائش کی گئی تھی، ان میں فن حدیث کی بعض نہایت قدیم اور نایاب کتابیں مولانا شمس الحق عظیم آبادی ہی کے کتب خانے سے آئی تھیں، علامہ شبلی نعمانی مرحوم نے مندرجہ ذیل کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

"مسند عبد بن حمید الکسی مسند ابو عوانہ۔ کشف الاستار عن زوائد مسند البزار للہیثمی۔ مصنف ابن ابی شیبہ۔ معرفۃ السنن والآثار للبیہقی۔ معالم السنن للخطابی۔ شرح سنن ابی داود لابن القیم"[2]

ان کے علاوہ صحیح ابن حبان، مسند بزار، مسند حمیدی، الثقات لابن حبان، تاریخ الاسلام لذہبی، قیام اللیل للمروزی، الالمام لابن دقیق العید، شروط الائمۃ الخمسۃ للحازمی، التنقیح للزرکشی، نور العینین فی اثبات رفع الیدین لابی اسحق اللہراوی الاعظمی، التمہید لابن عبد البر، شرح الشمائل للترمذی لمحمد عاشق بن عمر الحنفی، تقیید المہمل وتمییز المشکل لابی علی حسین بن محمد

---

(۱) الحدیث، ۸ ؍اپریل ۱۹۱۱ء ص ۳ و ۴۔ اس کتب خانے سے متعلق ایک اچھا تعارفی مضمون برہان (دہلی)، جولائی ۱۹۵۱ء میں شائع ہو چکا ہے۔ مضمون نگار ہیں ابو سلمہ شفیع احمد بہاری۔

(۲) الندوہ ج ۳ نمبر ۲، مقالات شبلی ج ۶، ص ۱۱۱ و الحدیث ۳۱ ؍مارچ ۱۹۱۱ء

الجیانی، النفس الیمانی، الاطراف للمزی، اور النکت الظراف علی الاطراف لابن حجر جیسی سیکڑوں اہم قلمی کتابیں کتب خانے میں موجود تھیں[1]۔ یہ کتب خانہ حضرت مولانا کی عمر بھر کی محنت وجانفشانی کا نتیجہ اور ان کے خداداد شوق علم کا ثمرہ تھا، مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی اس کتب خانہ کی متعدد کتابوں کے نام گناتے کے بعد لکھتے ہیں۔

افسوس اور کتابوں کے نام اس وقت یاد نہیں آتے .... غرض صوبہ بہار میں خدا بخش خاں مرحوم کے کتب خانے کے بعد جو بانکی پور میں ہے، ان کا کتب خانہ قابلِ ذکر تھا، لیکن ذخیرہ حدیث وتفسیر واسماء الرجال کے لحاظ سے ان کے کتب خانے کا نمبر اوّل ہے[2]۔

لیکن یہ بیش قیمت کتب خانہ اب باقی نہیں رہا۔ مولانا کی وفات کے بعد مولانا عبدالسلام مبارکپوری مرحوم نے ان کے صاجزادے سے دردمندانہ گذارش کی تھی۔

> "میں فاضل لوذعی حکیم محمد ادریس صاجزادہ سے ملتمس ہوں کہ کتب خانے کے جواہر نادرۃ الوجود اور لعل ہائے گراں مایہ کی آپ قدر کریں گے، اور کتب خانے کی فہرست مرتب کرا کر طبع کرا دیں گے۔ کیونکہ علامہ ابوالطیب مرحوم نے بارہا مجھ سے فرمایا تھا کہ کتب خانے کی مکمّل فہرست تیار نہیں، میرا ارادہ مصمّم ہے کہ جلد فہرست مرتّب کرا دوں، لیکن کثرت اشغال سے فرصت نہیں ملتی۔ ایک دوسری التماس یہ ہے کہ علامہ ابوالطیب مرحوم نایاب سے نایاب اور قیمتی

---

(۱) دیکھیے: سیرۃ البخاری ص ۳۵، ۲۰۶، ۲۵۱، تراجم علمائے حدیث ہند ج ۱ ص ۳۸۳، شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ ص ۴۳۳، الفرقان (شاہ ولی اللہ نمبر) ص ۲۸۶ (طبع اوّل)، الارشاد الی سبیل الرشاد ص ۲۸۲، تحفۃ الاشراف (مقدمہ جلد اوّل)

(۲) اہل حدیث ۳۱ ر اکتوبر ۱۹۱۹ء

سے قیمتی قلمی کتابوں کے عاریتہً دینے میں مطلقاً عذر نہ فرماتے
اور وہ اس میں بڑی فیاضی سے کام لیتے، جن سے اکثر دھوکا
بھی اٹھانا پڑتا۔ لیکن اس میں انھوں نے کبھی بخل سے کام نہ
لیا۔ بلکہ وہ شائقین علم کے شائق تھے، پس یہ فیض بھی آپ
کا جاری رکھنا بہتر ہے۔ لیکن اس کے لیے کوئی باضابطہ
انتظام کرنا ضروری ہے(۱)۔

مگر بعد میں اس کا جو حشر ہوا وہ شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ رحمانی کی زبانی سنیے۔

"افسوس اب (۱۹۴۶ء) اس کتب خانے سے علامہ مرحوم
کے اخلاف میں سے کوئی فائدہ اٹھانے والا ہے نہ دوسروں
کو فائدہ پہنچانے والا۔ انا للہ ۔ ۔ ۔ ۔ (۲)"

آخر میں مجھے اس کتب خانے سے متعلق جناب عبدالرقیب صاحب سے بعض ایسے حقائق معلوم ہوئے جن کا ذکر یہاں ضروری ہے۔ ان کا بیان ہے کہ اس کا ایک اچھا خاصا ذخیرہ حکیم محمد ادریس صاحب نے خدا بخش لائبریری کو دے دیا تھا۔ یہ حصہ ڈیانواں کلکشن کے نام سے اب تک محفوظ ہے۔ خدا بخش لائبریری کی عربی مخطوطات کی فہرست (مفتاح الکنوز) جلد سوم میں مولانا کے کتب خانے کی بے شمار کتابوں کا تذکرہ ملتا ہے۔ غیر مطبوعہ فہرست جلد چہارم میں بھی اس کی بہت سی کتابوں کے نام نظر آتے ہیں۔

کتب خانے کے اس محفوظ ذخیرے کے علاوہ باقی کتابیں دو المناک حادثوں کا شکار ہو گئیں۔ پہلا حادثہ ۱۹۴۶ء میں پیش آیا جب کہ ڈیانواں کے اطراف میں مسلم کش فسادات سے متاثر ہو کر بہت سے لوگوں نے مولانا کے آبائی مکان میں پناہ لی اور اس موقع پر ان کا قیام لائبریری والے کمروں میں بھی ہوا۔ اس وقت بے توجہی کی وجہ سے بہت

---

(۱) اہل حدیث ۲۸ اپریل ۱۹۱۱ء ص ۴

(۲) سیرۃ البخاری ص ۳۳ طبع دوم، حاشیہ

سی نادر کتابیں ادھر اُدھر ہوگئیں، اور بہت ساری اس شدید آزمائش اور افراتفری میں ناواقفیت کی بنا پر پناہ گزینوں کے کھانا پکانے کے لیے چولھے کی نذر ہوگئیں۔

دوسرا حادثہ ۱۹۷۱ء کا ہے جب کہ بنگلہ دیش کی تحریک شروع ہوئی تھی اور اس سلسلے میں خصوصی طور پر میرپور (ڈھاکہ) میں قتل و خونریزی کے واقعات پیش آئے جہاں مولانا کے کتب خانے کے اہم نوادر حکیم محمد ادریس صاحب کے بعد ان کے داماد اور بھتیجے جناب محمد ابوالقاسم صاحب کے پاس محفوظ تھے۔ فسادات کے بعد ان نوادر کا کچھ پتہ نہ چلا، خدا معلوم وہ ابھی کسی جگہ موجود بھی ہیں یا ضائع ہوگئے؟

ایسے عظیم الشان کتب خانے کا یہ انجام کتنا دردناک ہے!!

تصنیفات

مولانا کو تصنیف و تالیف کا بڑا عمدہ ذوق تھا، کتب حدیث کی شرح و تحقیق اور تصحیح و تعلیق کے علاوہ فقہ و فتاوی، رجال و تاریخ اور تذکرہ و سیر میں بھی انھوں نے مفید اور بلند پایہ کتابیں یادگار چھوڑی ہیں، ان سے ان کے علمی تبحر، جامعیت، وسعت نظر، حدیث و فقہ میں بصیرت، رجال و اسناد اور تاریخ و سیر میں مہارت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ذیل میں ان کی تصنیفات کا مختصر تعارف کرایا جاتا ہے[1]۔

(۱) غایۃ المقصود فی حل سنن ابی داؤد:۔

یہ سنن ابی داؤد کی مبسوط اور جامع شرح ہے، لیکن اس کی صرف ایک ہی جلد مطبع انصاری دہلی سے غالباً ۱۳۰۵ھ میں مولانا تلطف حسین عظیم آبادی (متوفی ۱۳۳۴ھ) کے اہتمام سے شائع ہوئی ہے، عام خیال یہ ہے کہ یہ بتیس ۳۲ جلدوں میں ہے[2]، لیکن یہ سب

---

(۱) تفصیل کے لیے دیکھیے: حیاۃ المحدث ص ۶۹-۲۳۴

(۲) ہندوستان میں اہلحدیث کی علمی خدمات صفحات ۲۵، ۴۵، تذکرۃ المحدثین (دارالمصنفین) ج ۱ ص ۳۰۱، ترجمان (دہلی) ۱۵ نومبر ۱۹۷۱ء، الاعتصام (لاہور) ۲۷ ستمبر ۱۹۶۳ء

جلدیں لکھی نہ جا سکیں، بلکہ یہ مولانا کا پروگرام تھا، وفات تک شرح نامکمل ہی رہی[1]۔ مولانا عبدالسلام مبارکپوری (م ۱۳۴۲ھ) تحریر فرماتے ہیں۔ غایۃ المقصود غالباً دس پاروں تک پہنچی جو بعد ختم تقریباً عینی شرح بخاری کے برابر پہنچی[2]۔ مگر یہ بیان صحیح نہیں معلوم ہوتا کیوں کہ عون المعبود کے آخر میں "نوائد متفرقہ" کے زیر عنوان تحریر کیا گیا ہے۔

ومنها قول ابی داود فی باب الامراض المکفرۃ للذنوب من کتاب الجنائز...... ذکر اولاً صاحب الغایۃ مثل ما ذکر فی هذا الشرح..... ثم قال فی الغایۃ......[3]	ابوداود کے قول کو کتاب الجنائز کے باب الامراض المکفرۃ للذنوب ...... میں صاحب غایۃ المقصود نے پہلے اسی طرح ذکر کیا ہے جس طرح اس شرح میں مذکور ہے۔ پھر غایۃ المقصود میں لکھتے ہیں.....

اس تحریر میں جس باب کا حوالہ دیا گیا ہے، وہ سنن ابی داود کے بیسویں پارے اور عون المعبود کی تیسری جلد میں ہے[4]۔ اس کے بعد بھی عون المعبود میں کئی جگہ غایۃ المقصود کا حوالہ آیا ہے۔ آخری بار تیسری جلد کے اندر "باب فی الدعاء للمیت اذا وضع فی قبرہ" (جو سنن ابی داود کے اکیسویں پارے میں ہے) میں غایۃ المقصود کا ذکر ہے[5]۔ اس کے بعد پھر کہیں اس کا حوالہ نہیں آیا۔ اس سے ثابت ہوتا

---

(۱) یادگار گوہری ص ۱۰۹، تذکرہ علمائے حال ص ۳۱، نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۱۸۰، اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں ص ۲۱۷، الحیاۃ بعد المماۃ ص ۳۴۴، مقدمہ اتحاف النبیہ فیما یحتاج الیہ المحدث والفقیہ ص ۲۸

(۲) اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۸ اپریل ۱۹۱۱ء

(۳) عون المعبود ج ۴ ص ۵۵۲-۵۵۳

(۴) عون المعبود ج ۳ ص ۱۴۹

(۵) ایضاً ج ۳ ص ۲۰۶

ہے کہ غایۃ المقصود کی شرح کم از کم اکیس پارے تک مکمل ہو چکی تھی، مگر افسوس کہ شرح کے جو اجزا لکھے جا چکے تھے ان میں سے صرف دو جلدیں خدا بخش لائبریری میں محفوظ رہ گئی ہیں جن میں کتاب الطہارۃ کی شرح مکمل ہو گئی ہے اور کتاب الصلاۃ کے بھی چند ابواب کی شرح موجود ہے باقی حصوں کے متعلق یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کیا ہوئے؟

مطبوعہ جلد بڑی تقطیع کے ۱۹۶ صفحے پر مشتمل ہے، اس میں ابتدا یعنی کتاب الطہارۃ کے ۵۰ ابواب کے تحت درج ۱۰۴ احادیثوں کی شرح و توضیح کی گئی ہے، شروع میں ایک مقدمہ ہے جو امام ابوداود کے حالات و کمالات اور سنن کے متعلق مفید معلومات پر مشتمل ہے۔

اس کو سنن ابی داود کی مفید اور اہم شرحوں میں خیال کیا جاتا ہے، بلکہ متعدد حیثیتوں سے یہ سنن کی تمام شرحوں سے بہتر ہے، مشہور حنفی عالم اور سنن ابی داود کے شارح مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے بھی اس کی اہمیت اور خوبیوں کا اعتراف کیا ہے[1] اس شرح کا نیا ایڈیشن انشاء اللہ جلد ہی علمی اکیڈمی (کراچی) کی طرف سے شائع ہوگا، جس میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ دونوں حصے شامل رہیں گے۔

(۲) عون المعبود علی سنن ابی داود

یہ بھی سنن ابی داود کی شرح اور دراصل غایۃ المقصود کا خلاصہ ہے جو چار ضخیم جلدوں میں مطبع انصاری دہلی سے بڑی تقطیع کے تقریباً ۱۹۰۰ صفحات پر ۱۳۱۸ھ تا ۱۳۲۳ھ میں شائع ہوئی ہے، عام طور پر ان چار جلدوں کو مولانا شمس الحق عظیم آبادی کی تصنیف خیال کیا جاتا ہے۔ جلد ثالث کے خاتمے اور جلد رابع کے آغاز و اختتام میں اس کی تصریح بھی موجود ہے۔ لیکن پہلی جلد کے خطبہ و خاتمہ اور دوسری جلد کے خاتمے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مولانا شرف الحق محمد اشرف ڈیانوی (م ۱۳۲۶ھ) کی تصنیف ہے جو مولانا کے چھوٹے بھائی تھے، غالباً اسی بنا پر صاحب بذل المجہود[2] صاحب معجم

---

(۱) بذل المجہود ج ۱ ص ۱

(۲) ایضاً

المطبوعات العربیہ[1] اور بعض دوسرے حضرات[2] کو التباس ہو گیا ہے اور انھوں نے عون المعبود کو مولانا اشرف کی تصنیف قرار دیا ہے، اس لیے اس مسئلہ کی مختصر تنقیح ضروری معلوم ہوتی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ عون المعبود اصلاً مولانا عظیم آبادی ہی کی شرح ہے[3]۔ مگر چونکہ ابتدا کی دونوں جلدوں کو غایۃ المقصود سے مختصر کرنے کا کام ان کے چھوٹے بھائی مولانا محمد اشرف (م ۱۳۲۶ھ) اور کچھ دوسرے علماء مثلاً مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری (م ۱۳۵۳ھ)، حکیم محمد ادریس ڈیانوی، مولانا عبدالجبار ڈیانوی، قاضی یوسف حسین خانپوری وغیرہم[4] نے کیا تھا اور اس سلسلے میں ہر طرح مولانا کی مدد کی تھی اس لیے تالیف قلب کی غرض سے ابتدائی دو جلدوں کی نسبت اپنے بھائی کی طرف کر دی جیسا کہ حکیم عبدالحیٔ حسنی (م ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء) مولانا محمد اشرف کے تذکرے میں لکھتے ہیں۔

وقد عزا إليه صنوه شمس الحق	مولانا شمس الحق صاحب نے
المجلد الاول من عون المعبود،	اپنے بھائی کی طرف عون المعبود کی

---

(۱) معجم المطبوعات العربیہ ص ۳۱۔

(۲) المسلمون فی الهند لابی الحسن علی الندوی ص ۴۲، ہندوستانی مسلمان ص ۴۵، برہان دہلی، اگست ۱۹۶۵ء، التصریح بما تواتر فی نزول المسیح للکشمیری ص ۴۱ (حاشیہ) مفتاح الکنوز ج ۳ ص ۳۸ (لیکن اس کی تصحیح آخر میں کر دی گئی ہے ج ۳ ص ۲۰۹) مولانا ظفر احمد تھانوی نے عجیب ہی بات لکھ دی، وہ کہتے ہیں کہ "عون المعبود کے مؤلف مولانا شمس الحق عظیم آبادی اور غایۃ المقصود کے مؤلف ان کے بڑے بھائی ابو الطیب ہیں!" (معارف مئی ۱۹۳۶ء)

(۳) عون المعبود کی ابتدائی دو جلدوں کے قلمی نسخے خدا بخش لائبریری میں زیر رقم (۳۱۱۷، ۳۱۱۸) موجود ہیں ان میں سے دوسری جلد کے ٹائٹل پر خود مولانا شمس الحق نے اپنے قلم سے تحریر فرمایا ہے: "الجزء الثانی من عون المعبود ..... من تالیف العبد الضعیف ابی الطیب عفی عنہ"

(۴) دیکھیے عون المعبود ج ۴ ص ۵۵۳، تراجم علمائے حدیث ہند ج ۱ ص ۴۰۲

اخبرنی بذٰلک الشیخ شمس الحق[1] جلد اوّل کی تالیف کا انتساب کردیا ہے۔ یہ بات مجھ سے خود مولانا شمس الحق نے بیان کی ہے۔

اس طرح مولانا کے تمام احباب اور تلامذہ نے عون المعبود کو مولانا شمس الحق ہی کی تالیف بتایا ہے[2]۔ عون المعبود کے ناشر مولانا تلطف حسین عظیم آبادی اور دوسرے تقریظ نگاروں نے بھی چاروں جلدوں کو مولانا شمس الحق ہی کی جانب منسوب کیا ہے[3]۔

اوپر کی تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ "عون المعبود" کے مؤلف مولانا شمس الحق عظیم آبادی ہی ہیں۔ انھیں سنن ابی داود کی مفصل شرح لکھتے وقت اس کی ایک مختصر شرح کی تالیف کا خیال ہوا، چونکہ وہ دو جلدوں کے بقدر مفصل شرح لکھ چکے تھے اسی لیے تلخیص کا کام جو نسبتاً آسان تھا اپنے چھوٹے بھائی اور بعض دوسرے علما کے ذمّے کردیا، اور انھوں نے مولانا کے مشورے اور امداد سے یہ کام انجام دیا۔ اس طرح ان دونوں جلدوں کے بعد بھی مختصر شرح کی ترتیب وتالیف کا کام مولانا شمس الحق نے ان علماء کے اشتراک سے کیا۔ اس شرح کی تالیف میں کل سات سال کی مدت صرف ہوئی۔ سید شاہجہاں دہلوی اپنے قطعہ تاریخ میں کہتے ہیں[4]:

بوئی ہے سات سال میں تیار ۔۔۔ جان ودل، مال وزر کھپانے سے

---

(۱) نزھۃ الخواطر ج ۸ ص ۲۰۸، پردیکھیے مولانا عظیم آبادی کا خط بنام حکیم عبدالحی، نمبر ۲ (در ضمیمہ کتاب)

(۲) مولانا فضل حسین مظفرپوری: الحیاۃ بعد المماۃ ص ۳۴۴، مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی: اہل حدیث (امرتسر)، ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۹ء، مولانا عبدالسلام مبارک پوری: اہل حدیث (امرتسر) ۲۸ اپریل ۱۹۱۱ء، مولانا عبدالحی حسنی: نزھۃ الخواطر ج ۸ ص ۱۸۰، ابویحیٰی امام خاں نوشہروی: تراجم علمائے حدیث ہند ج ۱ ص ۲۶، ۲۷ وغیرہ، ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات ص ۲۵

(۳) عون المعبود ج ۴ ص ۵۵۴-۵۵۸، ۵۷۰

(۴) عون المعبود ج ۴ ص ۵۵۸

اس شرح میں بھی غایۃ المقصود کی اہم خصوصیات آگئی ہیں، دونوں میں محض اجمال وتفصیل کا فرق ہے۔ بعض مقامات پر عون المعبود میں بھی بڑے طویل مباحث آگئے ہیں[1]۔ اہل فن کا خیال ہے کہ اس میں سنن ابی داود کی اسانید ومتون کی مشکلات کو حل کیا گیا ہے اور یہ بے شمار لطیف و دقیق مسائل ومباحث کا مجموعہ، نادر تحقیقات اور علمی نکات پر مشتمل ہے اور مختصر ہونے کے باوجود مفید مطلب ہے[2]۔

علامہ محمد منیر دمشقی (م ۱۲۶۹ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

کل من جاء بعدہ من شیوخ الهند وغیرہ استمد وامن شرحہ[3]	مصنف کے بعد ہند و بیرون ہند کے تمام علماء نے اس شرح سے استفادہ کیا ہے۔

اس کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کے ساتھ سنن ابی داود کا صحیح ترین متن بھی شامل ہے۔

یہ شرح ہندوستان کے علاوہ لبنان اور پاکستان سے بھی فوٹو آفسٹ پر اور سعودی عرب سے ٹائپ پر طبع ہو چکی ہے۔ یہ آخری ایڈیشن المکتبۃ السلفیہ (مدینہ منورہ) سے متوسط سائز کی چودہ (۱۴) جلدوں میں شیخ عبدالرحمٰن محمد عثمان کی تصحیح کے ساتھ ۱۹۶۸ء اور ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا ہے، اس میں متن پر اعراب بھی ہے، اور ہر ہر باب کی حدیثوں پر نمبر بھی لگا دیا گیا ہے۔ لیکن افسوس کہ اس میں بے حد تصحیفات در آئی ہیں۔

(۳) التعلیق المغنی علی سنن الدار قطنی

مولانا عظیم آبادی کا ایک اہم کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے پہلی بار حدیث کی

---

(۱) میں نے عون المعبود کی چاروں جلدوں میں بیس ایسے مباحث کی نشاندہی کی ہے جو نسبتاً زیادہ طویل ہیں۔ حوالوں کے لیے دیکھیے: حیاۃ المحدث ص ۱۵۶-۱۵۹

(۲) ملاحظہ ہوں تقریظات عون المعبود ج ۴

(۳) انموذج من الاعمال الخیریۃ ص ۶۲۷

عظیم الشان کتاب دارقطنی کا متن اپنی مفید تعلیقات کے ساتھ شائع کیا۔[۱] متن کی ترتیب تین قلمی نسخوں کی مدد سے کی گئی ہے، ان کے حواشی و تعلیقات کی نوعیت کا اندازہ ان کے اس بیان سے ہوتا ہے۔

اکتفی فیہا علی تنقیح بعض	میں اس میں بعض حدیثوں پر تنقید
احادیثہ وبیان علله وکشف	کر کے ان کی علتیں بیان کروں گا اور
بعض مطالبه علی سبیل الایجاز	مختصراً بعض کے مطالب بھی واضح کرونگا
والاختصار[۲]۔	

اس کے مقدمہ میں امام دارقطنی اور ان کی سنن کے متعلق مفید معلومات تحریر کیے گئے ہیں، یہ کتاب بڑی تقطیع کی دو جلدوں میں مطبع فاروقی دہلی سے پہلی بار ۱۳۱۰ھ میں شائع ہوئی، اس کا فوٹو پاکستان سے شائع ہو چکا ہے۔ ایک اور ایڈیشن ٹائپ پر شیخ عبداللہ یمانی کی تصحیح کے ساتھ مدینہ منورہ سے ۱۹۶۶ء میں شائع ہوا ہے، اس کا فوٹو بھی لبنان اور پاکستان میں کئی بار لیا جا چکا ہے۔

(۴) رفع الالتباس عن بعض الناس

۳۴ صفحے کا یہ رسالہ ۱۳۱۱ھ میں بڑی تقطیع پر مطبع فاروقی دہلی سے شائع ہوا

---

(۱) بروکلمان نے اپنی کتاب GAL (تاریخ الادب العربی ج ۳ ص ۲۱۱) اور سزگین نے GAS۔ (تاریخ التراث العربی ج ۱ ص ۳۳۸) میں ایک دوسرے ایڈیشن کا بھی ذکر کیا ہے جو مولانا کے ایڈیشن سے قبل دہلی سے شائع ہوا تھا۔ لیکن یہ درست نہیں، یہ ایڈیشن مجھے کسی لائبریری میں آج تک نظر نہیں آیا۔ اور بیسیوں علما و محققین سے رجوع کرنے پر بھی اس کا پتہ نہ چلا۔ مجھے اس لیے اب یقین ہو چلا ہے کہ مذکورہ ایڈیشن کا وجود ہی نہیں ہے، اور پہلی بار سنن دارقطنی مولانا ہی نے ایڈٹ کر کے شائع کی۔ اس کے تمام نسخوں کی تفصیل بھی مولانا نے مقدمہ میں دی ہے، اگر کوئی ایڈیشن اس سے قبل دہلی ہی سے شائع ہوا ہوتا تو وہ ضرور اس کا ذکر کرتے۔

(۲) التعلیق المغنی ج ۱ ص ۲

تھا، بعض لوگوں نے غلطی سے اس کو مولانا محمد اسمٰعیل علی گڑھی[1] (م ۱۳۱۱ھ) اور بعض نے مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی[2] (م ۱۳۲۰ھ) کی تصنیف قرار دیا ہے۔

یہ رسالہ "بعض الناس فی دفع الوسواس" کے جو حنفیہ پر امام بخاری کے اعتراضات کو غلط ثابت کرنے کے لیے لکھا گیا تھا، جواب میں ہے۔ لیکن اس میں جماعتی عصبیت سے کام نہیں لیا گیا ہے اور امام اعظم کے فضل و کمال کا نہایت فراخ دلی سے اعتراف کیا گیا ہے اس کا دوسرا ایڈیشن مولانا عبدالتواب ملتانی (م ۱۳۶۶ھ) نے ملتان سے ۱۳۵۸ھ میں شائع کیا تھا۔ تیسرا ایڈیشن میری تصحیح و ترتیب کے بعد ٹائپ پر بنارس سے ۱۳۹۶ھ میں شائع ہوا ہے۔

(۵) اعلام اھل العصر باحکام رکعتی الفجر

مطبع انصاری دہلی نے ۱۳۰۵ھ میں بڑی تقطیع کے ۲۰۰ صفحات پر اس کو شائع کیا تھا، موضوع نام سے ظاہر ہے، اکثر اہل علم نے اعتراف کیا ہے کہ ابھی تک اس موضوع پر اس سے بہتر کوئی رسالہ نہیں لکھا گیا ہے۔ ادارہ علوم اثریہ (پاکستان)، نے جناب ارشاد الحق اثری کی تخریج و حواشی کے ساتھ بہترین ٹائپ پر اس کو ۱۹۷۴ء میں دوبارہ شائع کیا ہے۔ اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ خود مولانا کے ہاتھ کا لکھا ہوا خدا بخش لائبریری میں زیر رقم ۵۰۱ موجود ہے۔

(۶) المکتوب اللطیف الی المحدث الشریف

مولانا نے میاں صاحب محدث دہلوی کو مکہ معظمہ سے ۱۳۱۲ھ میں ایک طویل خط لکھ کر اجازہ عامہ سے متعلق بعض سوالات دریافت کیے تھے۔ اس رسالہ میں مولانا کے مکتوب

---

(۱) ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات ص ۴۳ و تراجم علمائے حدیث ہند ج ۱ ص ۲۲۷ و تاریخ صحافت اردو جلد ۲ حصہ ۱ ص ۲۵۶

(۲) مقدمہ انوار الباری ج ۲ ص ۲۲۹ (طبع دوم)، معجم المؤلفین ج ۱۲ ص ۷۵، الامام البخاری محدثاً و فقیہاً ص ۱۹۳

گرامی کے ساتھ میاں صاحب کا جوابی خط بھی آگیا ہے جو ۶ رسالوں کے ایک مجموعہ کے ساتھ مطبع انصاری دہلی سے ۱۳۱۲ھ میں شائع ہوا ہے۔ اس کا قلمی نسخہ بخط مؤلف خدا بخش لائبریری میں زیر رقم ۳۱۲۵/۵ موجود ہے۔

(۷) القول المحقق

یہ چھ صفحے کا فارسی زبان میں ایک مختصر رسالہ ہے اور اعلام اہل العصر کے ساتھ چھپ چکا ہے، مؤلف نے اس میں مندرجہ ذیل سوال کا مفصل جواب تحریر کیا ہے کہ:۔

جانوران ماکول اللحم را خصی کردن جہت تطییب لحم جائز است یا نہ؟	جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے کیا ان کے گوشت کو فربہ اور عمدہ بنانے کے خیال سے ان کو خصی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۸) عقود الجمان فی جواز تعلیم الکتابة للنسوان

یہ رسالہ بھی فارسی زبان میں ہے اور پہلی بار "سبل السلام شرح بلوغ المرام" کے ساتھ مطبع فاروقی دہلی سے ۱۳۱۱ھ میں شائع ہوا تھا۔ اس کا عربی ترجمہ کسی شخص نے کیا تھا جس کا نام نہیں ملتا۔ یہ ترجمہ شیخ محمد بن عبدالعزیز بن مانع کی تعلیقات کے ساتھ ٹائپ پر ۱۹۶۱ء میں دمشق سے شائع ہوا ہے۔ اس عربی ترجمہ کا نیا ایڈیشن انشاءاللہ جلد ہی ڈاکٹر وصی اللہ محمد عباس بستوی کی تعلیق کے ساتھ علمی اکیڈمی (کراچی) سے شائع ہوگا۔ مصنف نے اس میں حدیثوں کی روشنی میں عورتوں کو لکھنا پڑھنا سکھانا جائز قرار دیا ہے، اصل فارسی رسالے کا ایک قلمی نسخہ بخط مؤلف خدا بخش لائبریری میں زیر رقم ۳۱۸۰/۷ موجود ہے۔

(۹) الاقوال الصحیحة فی احکام النسیکة

اس کی تاریخ تصنیف "عجیب غریب" (۱۲۹۴ھ) سے نکلتی ہے اس میں عقیقہ کی نیت اور ولادت کے وقت اذان دینے کے علاوہ اس امر پر بھی بحث کی گئی ہے کہ بچے کا نام کس دن رکھنا افضل ہے، ۱۲۹۶ھ میں مطبع فاروقی دہلی نے اس کو شائع کیا

کیا تھا۔ یہ رسالہ فارسی میں ہے۔

(۱۰) غنیۃ الالمعی

یہ مختصر عربی رسالہ "المعجم الصغیر للطبرانی" کے ساتھ (ص ۲۴۹-۲۶۳، مطبع انصاری دہلی سے ۱۳۱۱ھ میں شائع ہو چکا ہے، اس کا دوسرا ایڈیشن المکتبۃ السلفیہ (مدینہ منورہ) سے ۱۹۶۸ء میں ٹائپ پر بھی شائع ہوا ہے جس کے کئی بار فوٹو چھپ چکے ہیں۔ اس کا نیا ایڈیشن انشاء اللہ جلد ہی علمی اکیڈمی (کراچی) سے میری تصحیح و تعلیق کے بعد شائع ہوگا۔ اس کا ایک قلمی نسخہ بخط مؤلف خدا بخش لائبریری میں زیر رقم ۳۱۸۰/۶ موجود ہے۔ اس میں بین حدیثی اور فقہی امور و مسائل پر گفتگو کی گئی ہے۔

(۱۱) تعلیقات علی اسعاف المبطا برجال الموطا

رجال موطا پر علامہ سیوطی (م ۹۱۱ھ) کی مشہور کتاب اسعاف المبطا پر یہ مولانا کی مختصر مفید تعلیق ہے، اس میں سیوطی کے بیان پر اضافے بھی کیے گئے ہیں اور کہیں کہیں ان کی غلطیوں پر تنبیہ بھی کی گئی ہے۔ مولانا عظیم آبادی نے سیوطی کے اس نکمیاب رسالہ کو متعدد نسخوں کے مقابلہ و تصحیح کے بعد اپنی تعلیقات کے ساتھ ۱۳۲۰ھ میں مطبع انصاری دہلی سے شائع کیا تھا۔ اس کا قلمی نسخہ بخط مؤلف خدا بخش لائبریری میں زیر رقم ۳۱۸۰/۲ موجود ہے۔

(۱۲) الکلام المبین فی الجھر بالتامین والرد علی القول المتین

یہ رسالہ محمد علی صاحب مرتاپوری کے رسالہ "القول المتین فی اخفاء التامین" کے جواب میں اردو میں لکھا گیا اور ۱۳۰۳ھ میں مطبع انصاری دہلی سے متوسط سائز کے ۴۴ صفحات پر شائع ہوا تھا۔

(۱۳) التحقیقات العلی باثبات فرضیۃ الجمعۃ فی القری

یہ رسالہ بھی اردو میں ہے اور ۱۳۰۹ھ میں مطبع احمدی پٹنہ سے شائع ہوا تھا موضوع نام سے ظاہر ہے۔ اس کا قلمی نسخہ خدا بخش لائبریری میں بخط مؤلف زیر رقم ۳۱۸۰ موجود ہے۔

(۱۴) هل ایة النجدین الی حکم المعانقة والمصافحة بعد العیدین

یہ اردو رسالہ ایک استفتا کا جواب ہے جسے ولی اللہ خان نے مطبع احسن المطابع گوبند عطار (پٹنہ) سے شائع کیا تھا۔ میں نے اس کا عربی ترجمہ "حیاۃ المحدث" (ص ۲۲۰-۲۲۷) میں شائع کردیا ہے۔ یہ اپنے موضوع پر بے نظیر ہے۔ خدابخش لائبریری میں اس کا قلمی نسخہ ان کے مجموعہ فتاوی میں شامل ہے۔

(۱۵) فتوی رد تعزیہ داری

یہ اردو میں لکھا گیا تھا جو مطبع سعید المطابع (بنارس) سے شائع ہوچکا ہے۔ اس پر تاریخ اشاعت درج نہیں۔ اپنے موضوع پر یہ بھی لاجواب ہے۔

ان مطبوعہ کتابوں کے علاوہ مولانا کی متعدد کتابیں اور رسالے غیر مطبوعہ بھی ہیں، اوپر غایۃ المقصود کی غیر مطبوعہ جلدوں کا ذکر کیا جاچکا ہے، مزید غیر مطبوعہ کتابوں میں سے حسب ذیل چار کے قلمی نسخے خدابخش لائبریری میں موجود ہیں۔

(۱۶) تنقیح المسائل

یہ مولانا کے فتاوی کا مجموعہ ہے جن کی ترتیب وتکمیل وہ اپنی حیات میں نہ کرسکے[1]۔ خوش قسمتی سے اس کے دو مجموعے خدابخش لائبریری میں زیر رقم ۱۷۶، ۱۷۷ (مخطوطات اردو) محفوظ رہ گئے ہیں جن میں عربی، اردو اور فارسی زبانوں میں متعدد فتاوی موجود ہیں، یہ مولانا کے علمی وتحقیقی رجحان اور فتوی نویسی میں ان کے مخصوص اسلوب پر روشنی ڈالتے ہیں۔

انشاء اللہ جلد ہی علمی اکیڈمی (کراچی) کی طرف سے مولانا کے تمام موجود ومنتشر فتاوی کا مجموعہ شائع ہوگا جو اہل علم کے لیے نادر تحفہ کی حیثیت رکھے گا۔

(۱۷) الرسالۃ فی الفقہ

اس کا ایک قلمی نسخہ خدابخش لائبریری میں زیر رقم ۳۱۸۰/۵ موجود ہے، جو ۱۳۱۱ھ میں

---

(۱) یادگار گوہری ص ۱۱، اہل حدیث (امرتسر) اکتوبر ۱۹۱۹ء، نزھۃ الخواطر ج ۸ ص ۱۸۰

مولانا کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے[1]۔ اس کے موضوع سے متعلق اب تک مجھے علم نہ ہو سکا۔ اندازہ ہے کہ یہ بھی ان کے فتاوی ہی کا ایک حصہ ہو گا۔

(۱۸) هدية اللوذعي بنكات الترمذي

اس کتاب کا اکثر علماء نے ذکر کیا ہے[2]۔ اس کا ایک ناقص نسخہ بارہ صفحوں پر مشتمل خدا بخش لائبریری میں زیر رقم ۲۲۹۴ موجود ہے۔ یہ درحقیقت جامع ترمذی کے مقدمے کی حیثیت رکھتا ہے، جس طرح "غاية المقصود" اور "التعليق المغني" کے شروع میں طویل علمی و تحقیقی مقدمے لکھے تھے۔ اسے مولانا نے سات فصلوں پر تقسیم کیا تھا۔ قلمی نسخہ میں صرف ابتدائی تین فصلیں مکمل اور چوتھی فصل ناقص موجود ہے۔ پتہ نہیں مولانا اسے مکمل کر سکے تھے یا نہیں۔

اس کتاب سے مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری (م ۱۳۵۳ھ) نے مقدمہ "تحفة الاحوذی" میں استفادہ کیا تھا۔ اس سے ایک طویل اقتباس مولانا مبارک پوری نے "ابوعیسیٰ" کنیت رکھنے کے جواز کے سلسلے میں نقل کرتے ہوئے مولانا شمس الحق عظیم آبادی کے نام کی تصریح کے بجائے صرف "بعض الاعلام" لکھنے پر اکتفا کیا ہے[3]۔ معلوم نہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

(۱۹) الوجازة في الاجازة

اس کتاب میں مولانا نے تمام حدیث کی کتابوں کی ان کے مؤلفین تک اپنی سندیں جمع کی ہیں۔ شروع میں اپنے حدیث کے گیارہ اساتذہ کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ان میں

---

(۱) دیکھیے: مفتاح الکنوز ج ۳ ص ۳۴

(۲) دیکھیے: سیرۃ البخاری ص ۲۸۴، قاموس المشاہیر ج ۲ ص ۲۰، اہل حدیث (امرتسر) ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۹ء، ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات ص ۴۵

(۳) مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۱۷۰ (طبع اول) یہاں تقریباً ۷ سطریں "هدية اللوذعي" سے لفظ بہ لفظ منقول ہیں۔

سے تین ہندوستانی (مولانا بشیر الدین قنوجی، مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی، شیخ حسین بن محسن یمانی انصاری) اور باقی آٹھ عرب ہیں جن سے حجاز میں سند حدیث حاصل ہوئی۔ ان میں سے ہر ایک نے مولانا کو اپنے تمام سلسلہ ہائے سند سے روایت کی اجازت عطا کی تھی۔

اس کتاب کا تذکرہ مولانا کے سوانح نگاروں میں سے کسی نے نہیں کیا ہے۔ اس کے دو قلمی نسخے خدا بخش لائبریری میں زیر رقم ۳۲۶۴ و ۳۲۶۵ موجود ہیں۔ جن میں سے ایک بخط مؤلف ہے۔

مولانا اسے اپنے شاگردوں کو عطا کرتے تھے، تاکہ وہ مولانا کے واسطے سے حدیث کی کتابوں کی روایت کا شرف حاصل کر سکیں۔ چنانچہ مذکورہ دونوں نسخوں میں سے ایک پر "شیخ اسماعیل خطیب بن سید ابراہیم حسنی قادری نسباً، سلفی حدیثی مشرباً، اسودی بلداً ومحلۃً، قاہری ازہری رحالۃً" اور دوسرے پر "شیخ عبدالحفیظ بن شیخ محمد طاہر فہری نسباً فاسی داراً"، کے نام موجود ہیں جن کے پاس مولانا نے اپنا مجموعۂ اسانید روانہ کیا تھا۔

ان مطبوعہ اور قلمی کتابوں کے بعد یہاں ان تصانیف کا ذکر کیا جا رہا ہے جن کا تذکرہ خود مولانا نے یا ان کے سوانح نگاروں نے کیا ہے اور ان کی کہیں موجودگی کا مجھے علم نہیں ہو سکا ہے۔

(۲۰) فضل الباری شرح ثلاثیات البخاری

شیخ الحدیث مولانا عبید اللہ صاحب رحمانی مبارکپوری لکھتے ہیں: "افسوس ہے کہ علامہ اس شرح کو اپنی زندگی میں مکمل نہ کر سکے"۔(۱)

(۲۱) النجم الوہاج فی شرح مقدمۃ الصحیح لمسلم بن الحجاج

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، یہ مقدمہ امام مسلم کی مبسوط شرح ہے۔ مولانا نے خود

---

(۱) سیرۃ البخاری ص ۲۴۷ (حاشیہ)

اپنی اس تالیف کا ذکر کیا ہے[1]۔ دوسرے بھی اس کا تذکرہ کرتے ہیں[2]۔

(۲۲) تعلیقات علی سنن النسائی

اس میں سنن نسائی کے بعض مشکلات کو حل کیا گیا ہے[3]۔

(۲۳) نخبۃ التواریخ

اس میں مولانا نے قدیم و جدید علماء کے سوانح اور کارنامے فارسی زبان میں لکھے تھے۔ الحیاۃ بعد المماۃ میں اس کا ایک طویل اقتباس میاں صاحب کے حالات پر مشتمل موجود ہے[4]۔ مقدمہ تحفۃ الاحوذی کے خاتمے میں بھی اس کتاب کا ذکر ملتا ہے[5]۔

(۲۴) تذکرۃ النبلاء فی تراجم العلماء

یہ بھی فارسی میں ہے، اور متعدد کتابوں میں اس کے حوالے ملتے ہیں[6]۔ مصنف نے یہ کتاب مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی کو نزہۃ الخواطر کی جمع و تالیف کے سلسلہ میں دے دی تھی[7]۔ چنانچہ اس میں جابجا ان کے حوالے ملتے ہیں خصوصاً آخری دونوں

---

(۱) الوجازۃ فی الاجازۃ: ورق ۳ (مخطوطہ خدابخش لائبریری)

(۲) سیرۃ البخاری ص ۴۱۴، اہل حدیث (امرتسر) ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۹ء، ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات ص ۴۴۔

(۳) سیرۃ البخاری ص ۴۳۷

(۴) الحیاۃ بعد المماۃ ص ۲۷۳-۲۷۴

(۵) مقدمہ تحفۃ الاحوذی (خاتمہ) ص ۳ (طبع اول)

(۶) یادگار گوہری ص ۱۱۰، تذکرہ علمائے حال ص ۳۱، اہل حدیث (امرتسر) ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۹ء، نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۱۸۰، ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات ص ۷۹۔

(۷) دیکھیے: مکتوب مولانا شمس الحق عظیم آبادی بہ نام مولانا حکیم عبدالحی حسنی (جواب تک مولانا علی میاں ندوی کے پاس موجود ہے)، یہ خط اس کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیے۔

جلدوں میں[1]۔ اسی طرح مولانا محمد ادریس نگرامی نے "تذکرہ علمائے حال" میں کئی جگہ اس سے استفادہ کیا ہے[2]۔ ساتھ ہی یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ مولانا نے بہت سے لوگوں کے حالات کے حصول کے سلسلے میں مؤلف کی مدد کی ہے[3]۔ "الحیاۃ بعد المماۃ" میں بھی مولانا کے استاد شیخ احمد بن احمد بن علی التونسی المغربی (م ۱۳۱۴ھ) کے حالات "تذکرہ النبلاء" سے ماخوذ ہیں[4]۔

---

(۱) نزھۃ الخواطر میں تین۳ علماء کے حالات "تذکرہ النبلاء" سے ماخوذ ہیں۔ وہ حوالے یہ ہیں۔ جلد۷ ص ۴ ـ ۵، ۵-۶، ۱۲، ۵۲، ۵۶، ۷۹، ۸۰-۸۵، ۸۸، ۸۹، ۱۰۰-۱۰۱، ۱۰۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۳- ۱۲۵، ۱۴۹، ۲۴۷، ۲۶۷، ۳۰۴-۳۰۶، ۳۱۳، ۳۱۶-۳۱۷، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۱۷-۴۱۸، ۴۳۱، ۴۶۶، ۴۹۵ جلد۸ ص ۲۷۲، ۳۱۲، ۳۴۷-۳۴۸، ۳۹۹۔ یہاں ایک بات کا ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ نزھۃ الخواطر کی آٹھویں جلد میں عموماً ہر شخص کے حالات کے بعد مآخذ و مراجع کا ذکر نہیں ہے، جب کہ اس کی گزشتہ سات جلدوں میں اس کا التزام ملتا ہے۔ اس لیے ہو سکتا ہے کہ مولانا حکیم عبدالحی حسنی نے بہت سے معاصرین کے نامکمل حالات مختلف مآخذ سے نقل کرنے کے باوجود حوالے نہ دیئے ہوں، کیوں کہ وہ علماء اس وقت بقید حیات تھے اور ان کے حالات میں اضافہ و تنقیح کی ضرورت باقی تھی جس کا انھیں موقع نہ ملا۔ ۱۹۵۹ء میں یہ مولانا علی میاں کی نظر ثانی اور اضافے کے بعد شائع ہوئی۔ مگر جس طرح مراجع و مآخذ کے تذکرے کے بغیر ان کے والد اسے چھوڑ کر گئے تھے کتاب اسی طرح باقی رہی ـــــ اس لیے ہمیں گمان ہوتا ہے کہ بہت سے اہل حدیث علماء خصوصاً میاں نذیر حسین محدث دہلوی کے تلامذہ کے حالات مولانا شمس الحق عظیم آبادی کی "تذکرہ النبلاء" سے ماخوذ ہیں۔ واللہ اعلم

(۲) تذکرہ علمائے حال ص ۵۷، ۹۳

(۳) ایضاً ص ۳۱

(۴) الحیاۃ بعد المماۃ ص ۲۶۵

(۲۵) نہایۃ الرسوخ فی معجم الشیوخ

یہ کتاب عربی میں تھی، اس میں اپنے اساتذہ اور سلسلۂ اسناد کے شیوخ کے حالات تحریر کیے ہیں "عون المعبود" کے مقدمہ میں گیارہ علماء کے مختصر حالات اس سے منقول ہیں[1]۔ نظامی بدایونی نے لکھا ہے کہ یہ کتاب ناقص رہ گئی[2]۔

(۲۶) تفریح المتذکرین بذکر کتب المتاخرین

یہ اہم کتاب فارسی میں تھی[3]۔ مولوی ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی نے غلطی سے اس کو عربی میں بتایا ہے[4]۔ غالباً مولانا عبدالحی حسنی کی کتاب الثقافۃ الاسلامیۃ فی الھند کا ایک ماخذ یہ کتاب بھی تھی۔ افسوس کہ یہ ناقص رہ گئی، اور اس کا کوئی نسخہ بھی کہیں نظر نہیں آتا۔

(۲۷) النور اللامع فی اخبار صلاۃ الجمعۃ عن النبی الشافع

موضوع نام سے ظاہر ہے، مولانا نے یہ کتاب عربی میں لکھی تھی۔ مگر افسوس کہ اسے مکمل نہ کرسکے[5]۔ انھوں نے اپنی کتاب "التحقیقات العلی باثبات فرضیۃ الجمعۃ فی القری" میں اس تصنیف کی طرف اشارہ کیا ہے[6]۔

(۲۸) تحفۃ المتھجدین الأبرار فی اخبار صلاۃ الوتر وقیام رمضان عن النبی المختار

مولانا نے اس میں وتر اور قیام رمضان سے متعلق حدیثیں جمع کی تھیں اور ان پر تحقیقی

---

(۱) عون المعبود ج ۱ ص ۳-۴ (طبع اول)

(۲) قاموس المشاہیر ج ۲ ص ۲۰

(۳) یادگار گوہری ص ۱۱۰

(۴) ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات ص ۵۸

(۵) یادگار گوہری ص ۱۱۰، نزھۃ الخواطر ج ۸ ص ۱۸۰

(۶) التحقیقات العلی ص ۱۷

کلام بھی کیا تھا۔ افسوس کہ یہ بھی مکمل نہ ہو سکی[1]۔ سوانح نگاروں کے بیان کے مطابق یہ بھی عربی میں تھی[2]۔

(۲۹) غایۃ البیان فی حکم استعمال العنبر والزعفران

مولانا نے اس نام کی ایک کتاب لکھنے کا ارادہ کیا تھا جیسا کہ انھوں نے خود "عون المعبود" میں اس کی تصریح کی ہے[3]۔ معلوم نہیں اپنے اس ارادے کو عملی جامہ پہنا سکے یا نہیں؟ البتہ اس سے متعلق تفصیلی بحث عون المعبود میں موجود ہے جس سے ان کے نظریات کا پتہ چل سکتا ہے۔

(۳۰) سوانح عمری مولانا عبد اللہ صاحب جھاؤ میاں الٰہ آبادی

اس کا تذکرہ مولوی ابو ضیا محمد قمر الدین الٰہ آبادی نے کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ مولانا نے جھاؤ میاں صاحب کے حالات جمع کیے تھے لیکن نامکمل ہونے کی بنا پر وہ شائع نہ ہو سکے۔ کیا ہی بہتر ہوتا اگر کوئی مولانا کے کتب خانہ میں موجود ان کے مسودے سے نقل کر کے اسے اہل حدیث (امرتسر) میں شائع کر دے۔ اور اگر زیادہ طویل ہو تو میرے پاس روانہ کر دے تاکہ میں اسے مختصر کر کے شائع کر سکوں[4]۔

میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ یہ کوئی مستقل تصنیف تھی یا نہیں، البتہ اس حقیقت کا اظہار ضروری ہے کہ مولانا نے "تذکرۃ النبلاء" میں جھاؤ میاں صاحب کے نسبۃً مفصل حالات تحریر فرمائے تھے۔ مولانا عبد الحی حسنی نے نزہۃ الخواطر میں اسے نقل کر لیا ہے[5]۔

---

(۱) یادگار گوہری ص ۱۱۰

(۲) ایضاً ص ۱۱۰، نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۱۸۰، اہل حدیث (امرتسر) ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۹ء

(۳) عون المعبود ج ۳ ص ۳۷۷

(۴) اہل حدیث (امرتسر) ۱۱ اکتوبر ۱۹۱۸ء (اس وقت اردو عبارت میرے پیش نظر نہیں ہے۔ اس لیے "حیاۃ المحدث"، عربی، ص ۱۲۶ سے ترجمہ کر رہا ہوں)

(۵) نزہۃ الخواطر ج ۷ ص ۳۰۴-۳۰۶

اس طرح گویا مولانا عظیم آبادی کے جمع کردہ حالات مکمّل یا نامکمّل شکل میں محفوظ رہ گئے ہیں۔

مذکورہ بالا تصانیف کے علاوہ بہت سی کتابوں پر مولانا کے حواشی اور تعلیقات موجود ہیں[۱]۔ یہاں خصوصیت کے ساتھ ایک مجموعے کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے جو خدا بخش لائبریری میں "مجموعۂ تسویدات" کے نام سے زیر رقم ۲۸۳۴ موجود ہے۔ اس میں مولانا کے بہت سے مفید نوٹ، بعض مؤلّفین مثلاً زیلعی وغیرہ پر ان کے تعقّبات، چند مباحث سے متعلق ان کے نظریات اور کچھ حدیثوں پر ان کے کلام پائے جاتے ہیں۔

آخر میں یہ وضاحت کردینا ضروری ہے کہ نوشہروی صاحب نے مولانا کی تالیفات میں حسب ذیل تین کتابیں بھی شامل کردی ہیں جس کی نسبت مولانا کی طرف درست نہیں۔

(۱) فتوی فوٹوگرافی

(۲) مسائل ستین

(۳) فیض ابتدائی[۲]

---

(۱) دیکھیے: "خلق افعال العباد للبخاری" ص ۹۲ (طبع دہلی ۱۳۰۶ھ)، "کتاب القراءۃ خلف الامام للبیہقی ص ۱۳ (طبع دہلی ۱۳۱۵ھ)، مجموعہ التاریخ الصغیر للبخاری والضعفاء الصغیر للبخاری والضعفاء والمتروکین للنسائی وغیرہ

(۲) ہندوستان میں اہل حدیث کی خدمات ص ۶۰، میں نے بھی اسی سے نقل کرتے ہوئے معارف (اعظم گڑھ) اکتوبر ۱۹۷۶ء میں اس غلطی کا اعادہ کیا تھا۔ مگر "حیاۃ المحدث" (ص ۲۳۴) میں اس کی تصحیح کردی ہے۔

یہ تینوں مولانا ابو طاہر بہاری کی تالیف ہیں[1]۔

اسی طرح خدا بخش لائبریری کی فہرست "مفتاح الکنوز" میں "فہرس المجلد الاوّل من مسند ابی عوانہ" کا مؤلف مولانا شمس الحق عظیم آبادی کو بتایا گیا ہے[2]۔ مگر یہ صحیح نہیں، کیونکہ اوّلاً تو مولانا کے کسی سوانح نگار نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے، ثانیاً اس کے قلمی نسخے پر بھی کہیں ان کا نام نہیں ہے، بلکہ اس پر صرف یہ مذکور ہے کردہ بخط محمد ظہ بہاری مورخہ ۶ من ذی القعدہ ۱۳۲۳ھ ہے۔ لہٰذا اسے مولانا شمس الحق کی طرف منسوب کرنا میرے خیال میں درست نہیں۔ ممکن ہے کہ یہ ان کے ذخیرۂ کتب میں رہی ہو۔

---

(۱) دیکھیے: اہل حدیث (امرتسر) ۲۶ دسمبر ۱۹۱۹ء

(۲) مفتاح الکنوز ج ۲، ص ۵۰۳۔ کتاب زیر رقم ۲۶۹۹ محفوظ ہے۔

ضمیمے

(۱) مولانا عظیم آبادی کے خطوط

(۲) مولانا کے سلسلۂ اساتید کا خاکہ

(۳) مولانا کا شجرۂ نسب و سلسلۂ اولاد و احفاد

(۴) مولانا کے سوانحی مآخذ کی تاریخی ترتیب

مولانا عظیم آبادی کے خطوط

مولانا کی تالیفات اور فتاوی کی طرح ان کے خطوط بھی مختلف علمی اور تاریخی مباحث پر مشتمل ہوا کرتے تھے، افسوس کہ اب ان میں سے چند ہی محفوظ رہ گئے ہیں، جو یہاں شائع کیے جا رہے ہیں۔

ان میں سے شروع کے چار خط مولانا عبدالحی حسنی (م ۱۳۴۱ھ) کے نام ہیں، جن میں "نزھۃ الخواطر" کی تالیف کے سلسلے میں مولانا نے اپنی کتاب "تذکرۃ النبلاء" کے متفرق و منتشر اجزاء ان کے پاس روانہ کرنے کا تذکرہ کیا ہے، اور بہت سے مفید مشورے بھی دیے ہیں۔ کچھ تاریخی اور علمی مباحث بھی ضمناً آ گئے ہیں جو بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ خصوصاً "عون المعبود" (اجزائے اربعہ) کے مؤلف کا ذکر، اپنی تذکرہ نویسی کی ابتداء کی تاریخ، اور اس موضوع پر معاصرین کی تالیفات کا جائزہ ...... وغیرہ وغیرہ۔ راقم الحروف کو یہ خطوط رائے بریلی میں محترم مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے ہاں ملے، جو آج بھی ایک البم میں محفوظ ہیں

دو۲ خط مولانا ابو محمد عبداللہ چھپراوی (م ۱۳۴۹ھ) کے نام ہیں، جن میں ان کی تالیف "رفع الغواشی عن وجوہ الترجمۃ والحواشی" پر مولانا عظیم آبادی کا تبصرہ قابل توجہ ہے۔ ان خطوط سے مولانا چھپراوی اور مولانا عظیم آبادی کے درمیان دوستانہ تعلقات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

ایک خط مولانا ثناء اللہ امرتسری (م ۱۳۶۷ھ) کے نام ہے اور اس لحاظ سے قابلِ ذکر ہے کہ ـــــ بقول مولانا امرتسری ـــــ غالباً مولانا کے ہاتھ سے لکھا ہوا

آخری خط ہے۔ اس سے جمعیت اہل حدیث سے ان کی وابستگی اور اس کے انتظامی امور سے دلچسپی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ایک خط مولانا محمد عبدالحق ملتانی (م ١٣٦٥ھ) کے نام بھی ہے۔

آخری خط (عربی میں) فاس (مراکش) کے شیخ عبدالحفیظ بن محمد طاہر کے نام لکھا گیا ہے، جس میں خصوصیت کے ساتھ مولانا کا عربی قصیدہ، اور "رفع الالتباس" سے متعلق اپنی تالیف ہونے کی تصریح بہت اہم ہے۔ اس خط سے مولانا کی عظمت اور عربوں کے درمیان ان کی شہرت کا بھی پتہ چلتا ہے۔

میں نے قارئین کرام کی سہولت کی خاطر ان خطوط پر جا بجا توضیحی نوٹ لگا دیے ہیں تاکہ مولانا کے اشارات سمجھنے میں مدد ملے، اشخاص و کتب کا بھی مختصر تعارف کرا دیا ہے۔ یہاں (مکہ مکرمہ میں) اس وقت ہندوستانی مآخذ و مراجع میرے پیش نظر نہیں ہیں، اکثر تاریخ وفات اور معلومات کا ذکر اپنی یادداشت پر اعتماد کرتے ہوئے کیا ہے۔ نزھۃ الخواطر کو سامنے رکھ کر بعض حقائق کا بھی غالباً پہلی بار انکشاف کیا گیا ہے۔

امید کہ یہ خطوط اہل علم کے لیے قابل توجہ ہوں گے۔

آخر میں برادرم عبدالکبیر مبارک پوری کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنھوں نے ان خطوط کی ترتیب و تصحیح کے سلسلے میں کافی تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے اور مستقبل میں مزید علمی کام کرنے کی توفیق بخشے۔

---

(١)

بگرامی خدمت ذی درجت مخدومی و مکرمی جامع الفضائل السید السند مولوی عبدالحی دامت مجدکم

بعد سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ورضوانہ واضح سامی شریف باد محبت نامہ آپ کا پا کر ممنون و مشکور ہوئے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیرا

لله الحمد والمنة کہ آپ نے تذکرہ علمائے ہند(۱) لکھنا شروع کیا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو انجام کو پہنچا دے۔ ہم کو جس قدر تذکرہ علمائے ہند کے لکھنے کا شوق تھا وہ اس کو بیان نہیں کر سکتے ہیں۔ جس زمانے میں مولوی عبدالحئی صاحب مرحوم لکھنوی(۲) نے "انباء الخلان"(۳) لکھنا شروع کیا تھا اسی زمانے میں(۴) ہم نے بھی لکھنا شروع کیا تھا مگر میری تاریخ ہنوز ناتمام ہی نہیں بلکہ اجزاء اس کے متفرق و غائب ہو گئے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ مولوی عبدالحئی صاحب علیہ الرحمہ نے ہم سے تراجم علمائے صوبہ بہار وغیرہ طلب کیا۔ ہم نے بعض اجزاء ان کے پاس روانہ کر دیے، مگر باوجود چند بار طلب کرنے کے وفات

---

(۱) اس سے مراد "نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر" ہے جو مؤلف کی وفات کے بعد دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد (ہند) سے آٹھ جلدوں میں شائع ہوئی (۱۹۳۱-۱۹۷۰ء)۔ اپنے موضوع پر جامع اور مفصل ترین کتاب، آخری دونوں جلدوں میں اسماء وسنین وفات کی بے شمار غلطیوں کے باوجود اب تک یہ سب سے مستند ماخذ ہے۔

(۲) مولانا ابوالحسنات عبدالحئی فرنگی محلی لکھنوی (م ۱۳۰۴ھ) مشہور محقق حنفی عالم، ساٹھ سے زیادہ کتابوں کے مؤلف محشی اور شارح۔

(۳) یہ کتاب تین حصوں پر مشتمل تھی۔ (۱) خیر العمل فی تراجم أهل فرنجی محل، (۲) النصیب الأوفر فی تراجم علماء المائۃ الثالثۃ عشر، (۳) رسالۃ فی تراجم السابقین من علماء الهند ———— افسوس کہ مؤلف اسے نامکمل چھوڑ کر انتقال کر گئے، معلوم نہیں بعد میں اس کا کیا حشر ہوا؟ نزہۃ الخواطر (۸/۲۳۷) میں تینوں کے بارے میں لکھا ہے "لم تتم"، لیکن حیرت ہے "انباء الخلان" کا کوئی ذکر نہیں ہے جس کے یہ تینوں اجزاء تھے، جیسا کہ خود مؤلف نے لکھا ہے۔

(۴) مولانا شمس الحق عظیم آبادی نے اپنے تیسرے خط میں اس زمانے کی تحدید ۱۲۹۲ھ سے کی ہے۔ مولانا کی کتاب کا نام "تذکرۃ النبلاء" ہے جو فارسی میں تھی نہ کہ عربی میں، جیسا کہ بعض لوگوں کو دھوکہ ہوا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے۔ میری کتاب "حیاۃ المحدث شمس الحق وأعمالہ" ص ۸۷-۹۴

تک ان کی، میرے اجزار واپس نہیں آئے"(۱)۔ پھر بعد وفات ان کی، مولوی خادم حسین صاحب(۲) نے بمشکل کچھ اجزار روانہ کیے۔

اس کے بعد ایک مولوی صاحب جو داناپور میں رہتے ہیں(۳)، انھوں نے ایک تذکرہ علمائے ہند(۴) لکھنا شروع کیا، اور پندرہ بیس جزو میں کتاب کو تمام کرکے امرتسر وکیل اخبار کے یہاں طبع کے لیے بھیجا۔ مگر ابھی تک طبع نہیں ہوئی ہے۔

---

(۱) اس سے پتہ چلتا ہے کہ کس طرح "مستدرک النبلاء" کے اجزار ضائع اور منتشر ہو گئے۔

(۲) یہ مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی کی تالیفات کے ناشر تھے، مطبع انوار محمدی لکھنؤ سے ان کی کئی کتابیں اپنی زیر نگرانی شائع کروائیں۔ خود بھی "میزان الاعتدال" للذہبی وغیرہ تصحیح کے کے بعد چھاپیں ــــــ عظیم آباد کے رہنے والے تھے۔ تاریخ وفات کا علم نہ ہو سکا۔

(۳) ان سے مراد مولانا ابوالحسنات عبدالغفور داناپوری (م ۱۳۳۳ھ) ہیں، جیسا کہ خود ان کے خط (بنام مولانا عبدالحیٔ حسنی) مورخہ ۲ مارچ ۱۹۱۰ء سے ظاہر ہوتا ہے ــــــ یہ خط رائے بریلی میں مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب کے ہاں ایک البم میں محفوظ ہے ــــــ مولانا داناپوری اپنے زمانے کے مشہور اہل حدیث عالم تھے، انھوں نے "تاریخ محدثین ہند" اور "تاریخ علمائے صوبہ بہار" لکھنا شروع کیا تھا (جیسا کہ انھوں نے خط میں تصریح کی ہے، اور دونوں کی فہرستوں کا کچھ حصہ بھی مولانا عبدالحیٔ حسنی کے نام روانہ کیا تھا)، حیرت ہے کہ اس کے باوجود مولانا عبدالحیٔ حسنی نزہۃ الخواطر (۸/۲۷۱-۲۷۲) میں ان کے حالات کے اندر اس کی طرف کوئی اشارہ نہیں کرتے!! ان کی تاریخ وفات بھی وہاں مذکور نہیں۔

(۴) یہ "تاریخ محدثین ہند" ہے جیسا کہ مولانا داناپوری نے اپنے مذکورہ بالا خط میں خود ہی ذکر کیا ہے، اور اس کی طباعت کے لیے روانگی کی کہانی بھی تحریر فرمائی ہے جس کا یہاں ذکر ہے۔ افسوس کہ اس کتاب کا بھی اب کہیں سراغ نہیں ملتا۔

پھر مولوی محمد صاحب شاہجہان پوری مرحوم و مغفور[1] نے ایک تذکرہ[2] لکھنا شروع کیا۔ اور قریب دو تین سو تراجم کے انھوں نے جمع بھی کیا۔ مگر نوبت اتمام کتاب نہ پہنچی اور انھوں نے وفات کیا۔

اس لیے افسوس کہ میری کتاب پوری کیا ہو گی، اجزا بھی اس کے منتشر و ضائع ہوئے۔ اب آپ نے اس کا قصد فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ پورا کرے۔ میرے پاس بعض تراجم بطور مسوّدہ چھٹّہ کے موجود ہیں، ان سب کو ہم جمع کر کے بذریعہ پولنده روانہ کریں گے۔ آپ ازراہ مہربانی دو یک ماہ میں ان مسوّدات میں سے جس قدر مضمون مناسب معلوم فرماویں انتخاب کر لیں، اور پھر مسوّدہ کو ضرور واپس فرما دیں[3]۔ اور ہم شاہجہان پور سے

---

(۱) مولانا ابو یحییٰ محمد شاہجہان پوری (م ۱۳۲۸ھ) مؤلف "الإرشاد إلی سبیل الرشاد"۔ ان کی تاریخ وفات ۱۳۳۸ھ [جو "تراجم علمائے حدیث ہند" اور مقدمہ "الارشاد" (طبع دوم) میں درج ہے] درست نہیں۔ یہاں مولانا عظیم آبادی انھیں ۱۳۲۶ھ میں "مرحوم و مغفور" لکھ رہے ہیں۔ میں نے اپنی زیر ترتیب کتاب "تذکرہ علمائے اہل حدیث ہند" میں ان کی وفات سے متعلق ایک مختصر نوٹ لکھ دیا ہے۔

(۲) اس کتاب کی ترتیب و تالیف کا اعلان خود مؤلف نے "الارشاد" (طبع اوّل مطبع انصاری دہلی ۱۳۱۹ھ) کے آخر میں کیا تھا ——— افسوس کہ اس کا مسوّدہ بھی اب موجود نہیں ۔۔ یہ کتاب صرف "علمائے اہل حدیث ہند" کے حالات پر تھی، جیسا کہ مؤلف نے اعلان میں خود تصریح کی تھی۔

(۳) مولانا عظیم آبادی نے تو اپنی کتاب کا مسودہ روانہ کر دیا تھا، اور مختلف اجزا بھی برابر بھیجتے رہے (جیسا کہ دوسرے خطوط سے معلوم ہو گا) لیکن ۱۳۲۶ھ کے بعد دو ہی سال کے اندر (۱۳۲۹ھ) چونکہ مولانا انتقال کر گئے، اس لیے مسوّدہ اور اوراق مولانا عبدالحیٔ حسنی صاحب ہی کے پاس رہ گئے، ان کے واپس کرنے کی نوبت نہ آئی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ "تذکرۃ النبلاء" کے جو بچے کھچے اجزا ضائع ہونے سے رہ گئے تھے، وہ سب کے سب صاحب "نزھۃ الخواطر" کی تحویل میں چلے گئے جن کا انھوں نے اپنی کتاب میں استعمال کیا۔ ——— اور اس طرح اصل کتاب یا ماخذ غائب ہو گیا!!

بھی مسودہ سب واپس طلب کرتے ہیں[1]۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

صاحب "دراسات اللبیب"[2] کا ترجمہ بھی ہم نے تاریخ فارسی کشمیر سے نقل کیا ہے۔

ان کی تاریخ وفات اس مصرع سے ہے:

"قطرۂ دُر بحر واصل شد"

میرا ترجمہ میرے ایک عزیز[3] نے "یادگار گوہری"[4] میں لکھا ہے۔ وہ کتاب بھی آپ کے پاس بھیج دیں گے۔ ہم بقدر امکان آپ کی اس تاریخ میں پوری مدد کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

آپ کوشش فرمائیے کہ اجزاء "انباء الخلان" مؤلفہ مولوی عبدالحیٔ صاحب مرحوم آپ کو ان کے ورثاء سے مل جاوے۔ اور مولوی نعیم صاحب مرحوم لکھنوی[5] بھی ایک تاریخ

---

(۱) پتہ نہیں شاہجہان پور سے مولانا شاہجہان پوری کی کتاب کا مسودہ مولانا حاصل کر سکے یا نہیں بصورت اوّل یہ بھی مولانا عبدالحیٔ حسنی صاحب کے پاس پہنچا ہوگا۔

(۲) مولانا محمد معین ٹھٹوی (م ۱۱۶۱ھ) ان کی کتاب "دراسات اللبیب" ردِّ تقلید میں بہترین تالیف ہے۔ ان کے تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے: "تذکرہ صوفیائے سندھ" اور مقدمہ "دراسات اللبیب" (طبع دوم) ـــــ آخرالذکر کتاب میں مقدمہ نگار نے تعصب سے کام لیتے ہوئے مؤلف اور ان کی تالیف پر ناروا تنقید کی ہے۔ ان کا قطعۂ تاریخ نزھۃ الخواطر (۳۵۵/۶) میں معمولی تصحیف کے ساتھ موجود ہے۔

(۳) مولانا محمد زبیر ڈیانوی (م ۱۳۲۹ھ) مولانا عظیم آبادی کے ماموں زاد بھائی۔ مولانا عظیم آبادی کے انتقال کے تین ہی ماہ کے بعد ان کی بھی وفات ہوگئی۔

(۴) یادگار گوہری (تالیف ۱۳۱۱ھ، ضمیمہ ۱۳۱۲ھ، طباعت ۱۳۱۲ھ) مولانا عظیم آبادی کے خاندانی حالات پر سب سے قدیم اور مستند ماخذ، جس کا جابجا اس سے پہلے ذکر آچکا ہے۔

(۵) مولانا محمد نعیم فرنگی محلی (م ۱۳۱۸ھ)۔ انہوں نے فرنگی محل کے علماء کے حالات جمع کیے تھے غالباً ان کی یہ کتاب بھی ناتمام رہی ـــــ تعجب ہے مولانا عبدالحیٔ حسنی نے نزھۃ الخواطر (۴۵۹/۸ - ۴۶۰) میں مولانا کی اس تالیف کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔

جمع کرتے تھے۔ اس کے اجزا ارکوان کے ورثا سے حاصل فرمائیے۔ اور جتنے لوگوں نے مختصر رسائل جیسے مولوی ادریس صاحب نگرامی(۱) وغیرہ نے تاریخ میں لکھے ہیں سب کو جمع فرمائیے۔ کچھ نہ کچھ مدد ضرور ملے گی۔

آپ کا نام دفتر ندوہ میں تو برابر دیکھتے۔ اب آپ کا پورا حال معلوم ہوا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کچھ کتابیں آپ کے پاس پہنچیں گی(۲)۔ فقط

۱۶/ ربیع الثانی (۱۳۲۷ھ) محمد شمس الحق عفی عنہ

(۲)

بخدمت شریف مکرمی جناب مولوی سید عبد الحی صاحب دامت مجدہم

بعد سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، التماس ایں کہ آپ کے متعدد نامہ جات پاکر ممنون ومشکور ہوئے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیرا وآتاکم حسن الدنیا والاخرۃ۔ ہم اس طرف زیادہ علیل رہے اس لیے کاموں میں فتور بہت ہوا، بحمدہ تعالیٰ اب بہت افاقہ ہے۔ مگر صحت تام نہیں ہے۔ تاخیر جواب کو معاف فرماویں۔ آپ کی طرف میرا دل معلق رہتا ہے۔ چونکہ آپ کے ساتھ محبت لوجہ اللہ تعالیٰ ہے(۳)۔

---

(۱) مولوی محمد ادریس نگرامی (م ۱۳۳۳ھ) متعدد کتابوں کے مؤلف۔ یہاں ان کی مشہور کتاب "تطییب الاخوان بذکر علماء الزمان" معروف بہ "تذکرہ علمائے حال" مراد ہے جو لکھنؤ سے ۱۸۹۷ء میں شائع ہوئی۔ یہ اپنے زمانے کے تمام مشاہیر کا جامع اور مستند تذکرہ ہے جس میں مؤلف نے اکثر لوگوں کی خود نوشت تحریروں سے استفادہ کیا ہے۔

(۲) جیسا کہ گزر چکا ہے کہ مولانا عظیم آبادی کی عادت تھی کہ وہ اہل علم اور طلبہ کے درمیان کتابیں مفت تقسیم کیا کرتے تھے۔ یہاں مولانا عبد الحی حسنی کو کچھ کتابیں عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

(۳) نزھۃ الخواطر (۱۸۰/۸) میں مولانا عبد الحی حسنی تحریر فرماتے ہیں: "وکان یحبنی للہ سبحانہ وکتب أحبہ، وکانت بینی وبینہ من المراسلۃ مالم تنقطع إلی یوم وفاتہ"۔ اس سے مولانا عظیم آبادی کے بیان کی صحت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

الحمد للہ والمنۃ کہ آپ کے یہاں درس سنن ابی داود شروع ہوا ہے "عون المعبود" کو بالاستیعاب ملاحظہ فرمائیے۔ اور اغلاط المطبع کو صحت نامہ سے درست کرتے جائیے۔ چونکہ میرا مسودہ و مبیضہ ایک ہی رہتا ہے اس لیے اغلاط الطبع باقی رہ جاتے ہیں۔ اس میں اغلاط الطبع زیادہ ہیں۔

"عون المعبود" میری ہی تالیف[1] جلو دار لعبہ ہے مگر کچھ اجزا اس کے برادرم علیہ الرحمہ سے ہم نے لکھوایا ہے[2]۔ پوری حالت اس کی دو ایک ورق میں لکھ کر ہمراہ اوراق تاریخ کے روانہ کریں گے۔ غالباً ربیع الاول میں اوراق تاریخ[3] کے آپ کے

---

(۱) مولانا عظیم آبادی کی مشہور تالیف جس کا تفصیلی تذکرہ کتاب میں آچکا ہے۔

(۲) مولانا کی اس تصریح کے بعد "عون المعبود" کے مؤلف سے متعلق اختلاف بالکل دور ہو جاتا ہے۔ صاحب "نزھۃ الخواطر" (۸/۴۰۸) نے غالباً اسی خط کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے "وقد عزا الیہ صنوہ شمس الحق المجلد الاول من عون المعبود، اخبرنی بذلک الشیخ شمس الحق"۔ نیز (۸/۱۸۰) میں مولانا عظیم آبادی کی تالیفات کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا ہے۔ "عون المعبود ...... اربع مجلدات کبار، والمجلد الاول منہا قد طبع باسم اخیہ محمد اشرف"۔

خود مولانا نے عون المعبود کے ایک قلمی نسخہ پر (جو خدا بخش لائبریری پٹنہ میں زیر رقم ۳۱۱۸ اب تک محفوظ ہے) تحریر فرمایا ہے "الجزء الثانی من عون المعبود ..... للعبد الضعیف ابی الطیب عفا اللہ عنہ"۔ جب کہ اس کے مطبوعہ نسخہ پر (۲/۳۵۰) ان کے بھائی مولانا محمد اشرف کا نام موجود ہے —— بہرحال حقیقتاً مؤلف مولانا عظیم آبادی ہی تھے، چونکہ ان کے بھائی نے تلخیص و تالیف میں ان کی کافی مدد کی تھی اس لیے دو ایک جلد ان کی طرف بھی منسوب کر دی گئی۔ یہ ایک حقیقت ہے جس کا اب انکار ممکن نہیں۔ تفصیلی بحث کتاب میں گزر چکی ہے۔ مزید تحقیق کے لیے ملاحظہ ہو "حیاۃ المحدث شمس الحق و اعمالہ" ص ۱۴۳-۱۵۱۔

(۳) یعنی "تذکرۃ النبلاء" جس کا ذکر پہلے خط میں آچکا ہے۔

پاس پہنچیں گے۔ اب آپ امور ذیل کے جواب سے ہمیں ضرور مشکور فرماویں۔

(۱) آج کل تاریخ العلماء کا کون حرف آپ تحریر فرما رہے ہیں۔ اور اس وقت تک کتنے جزو آپ تحریر کر چکے ہیں۔ کیا بہ انداز پچاس جزو ہوئی یا اس سے کم و بیش؟

(۲) آج کل مولوی سید عرفان صاحب[1] کہاں تشریف رکھتے ہیں؟

(۳) مولوی سید امیر علی صاحب[2] ز علوم عرب میں کہاں ہیں؟ حرمین میں ہیں یا بغداد پہنچے ہیں۔ سکہ معظمہ ان کے پاس کچھ روانہ کیا تھا، واپس آیا۔

(۴) اگر مولوی شبلی صاحب[3] وہاں ہوں تو اس امر کو ضرور دریافت فرماویں۔ کتاب "مناقب الشافعی" للامام الرازی[4] جس کا حوالہ آپ کی تصنیف[5] میں ہے۔ کیا یہ

---

(۱) مولانا سید محمد عرفان ٹونکی (م ۱۳۳۲ھ)، سید احمد شہید (ش ۱۲۴۶ھ) کے نواسے، مشہور اہل حدیث عالم اور شاعر۔

(۲) مولانا سید امیر علی ملیح آبادی (م ۱۳۳۷ھ) مشہور اہل حدیث عالم، ضخیم اردو تفسیر "مواہب الرحمٰن" کے مؤلف، صحیح بخاری، ہدایہ اور فتاوی عالمگیری جیسی کتابوں کے مترجم مطبع نول کشور لکھنؤ میں مصحح تھے "تقریب التہذیب" لابن حجر کا سب سے صحیح نسخہ انھوں نے ہی ایڈٹ کر کے شائع کیا تھا، ساتھ ہی اس کا تکملہ بھی "التعقیب" کے نام سے تیار کیا جو اہل علم کے لیے مفید ہے ــــــ یہاں مولانا کے سفر حجاز سے متعلق استفسار ہے۔ ان کا ارادہ تھا کہ مستقل طور پر وہیں قیام کریں گے، مگر ایک تو وہاں کی آب و ہوا راس نہ آئی اور بیمار پڑ گئے، دوسرے یہ کہ بڑے صاحبزادے وہاں انتقال کر گئے۔ اس لیے پھر ہندوستان واپس آ گئے۔ جدہ میں انھوں نے مسند تدریس بچھائے رکھی تھی جس سے بہت سے لوگ مستفید ہوئے۔

(۳) مشہور مورخ مولانا شبلی نعمانی (م ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء) مؤلف "الفاروق" و "سیرۃ النبی" وغیرہ

(۴) "آداب الشافعی ومناقبہ" لابن ابی حاتم الرازی (م ۳۲۷ھ) جو اب طبع ہو چکی ہے، بہ تحقیق عبدالغنی عبدالخالق (قاہرہ ۱۹۵۴ء) یہ ممکن ہے یہاں فخرالدین رازی (م ۶۰۶ھ) کی کتاب کی طرف اشارہ ہو یہ بھی مصر میں طبع ہو چکی ہے۔

(۵) اس سے مراد شبلی کی "سیرۃ النعمان" ہے

کتاب طبع ہوئی ہے؟ یا آپ نے نسخہ قلمیہ سے نقل کیا، اور نسخہ قلمیہ کس کے پاس ہے؟ ہم کو اس کی ضرورت ہے۔[1]

(۵) مولانا مظہر علی عظیم آبادی[2] کا کچھ ترجمہ یادگار گوہری (صفحہ ۶۱) میں ہے۔ آپ نکال کر ملاحظہ کریں۔ اور کچھ ترجمہ ان کا، اور مولوی مسافر صاحب[3] و مولوی نعیم اللہ صاحب[4] کا ذکر اگر اوراق تراجم (میں ملے) تو بعید نہیں ہے۔

(۶) مجموعۂ فتاوی حضرت شیخ صاحب[5] ترتیب دیے جاتے ہیں یا نہیں؟

مطلع فرما دیں۔ فقط

محمد شمس الحق ۹ر صفر (۱۳۲۸ھ) از ڈیانواں

(۳)

از عاجز فقیر حقیر محمد شمس الحق عفی عنہ

---

(۱) غالباً "سیرۃ النعمان" پر رد لکھنے کے لیے مولانا عبد السلام مبارک پوری (م ۱۳۴۲ھ) کو "سیرۃ البخاری" میں اس کی ضرورت پڑی ہوگی جو مولانا عظیم آبادی کے مشورے سے لکھی جا رہی تھی۔

(۲) مولوی مظہر علی عظیم آبادی (م ۱۲۴۷ھ)۔ تعجب ہے صاحب نزھۃ الخواطر (۷/۸۲) نے یادگار گوہری (ص ۶۱) سے حالات نقل کرتے کے باوجود اس کا حوالہ نہیں دیا ہے۔

(۳) ان کا ذکر مجھے نزھۃ الخواطر یا کسی دوسری کتاب میں نہیں ملا، معلوم نہیں یہ کہاں کے رہنے والے تھے۔

(۴) مولوی نعیم اللہ لکھنوی (م ۱۲۸۲ھ) ان کا تذکرہ نزھۃ الخواطر (۷/۵۰۷) میں موجود ہے۔

(۵) اس سے مراد شیخ حسین بن محسن یمانی انصاری (م ۱۳۲۷ھ) کا مجموعہ فتاوی ہے جس کی ترتیب و تالیف کا کام ان کے صاحبزادے شیخ محمد (م ۱۳۴۴ھ) کر رہے تھے۔ مولانا عظیم آبادی نے اس سلسلے میں کافی تعاون کیا تھا ـــــــ افسوس کہ اس مجموعہ کی صرف ایک جلد "تورا (یعنی مع) فتاوی الشیخ حسین" کے نام سے شائع ہو سکی، باقی اجزاء کا معلوم نہیں کیا حشر ہوا؟

بخدمت شریف جامع الفضائل والکمالات العلمیہ مجبّی مکرّمی مولوی سیّد
عبدالحیٔ صاحب دامت مجدتکم

بعد سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ التماس این کہ دو کارڈ آپ کا پاکر ممنون و مشکور ہوئے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیرا وبارک اللہ لکم۔ للہ الحمد والمنہ کہ مکرمی مولوی سیّد امیر علی صاحب[1] مع الخیر ہندوستان واپس پہنچ گئے۔ آپ کے کارڈ کے پہلے ان کا ایک کارڈ آیا، پس ہم کو تعجب ہوا کہ یہ دوست میرے ہندوستان کب پہنچے؟ کارڈ کو پڑھ کر بہت خوشی ہوئی مگر ساتھ اس کے ہم کو تکلیف بھی پہنچی، کیوں کہ میرے دوست نے کارڈ میں اپنا نشان وپتہ نہیں لکھا۔ پس ہم کو تردّد ہوا کہ جواب کہاں اور کس پتے سے روانہ کریں۔ مگر الحمد للہ کہ آپ کے کارڈ سے یہ سب مرحلہ طے ہو گیا۔

اجزاء اوراق پریشاں ومنتشرہ[2] کو مختلف دفتیوں سے تلاش کرنے میں بہت وقت صرف ہوتا ہے۔ مگر جس قدر تلاش سے ملا ہے سب کو روانہ کرتے ہیں۔ جب تک آپ چاہیں اپنے پاس رکھیں پھر واپس فرمادیں۔ آپ ہر ہر پرچہ کو بغور من اولہ الی آخرہ ملاحظہ فرمادیں گے۔ ان شاء اللہ بہت سے مفیدہ معلومات اس میں سے برآمد ہوں گی۔ وأنتم أعلم مني لأنك مؤلف التاریخ، أیدك اللہ بروح القدس

---

(۱) ان کا ذکر پچھلے خط میں آچکا ہے۔ دیکھیے اس کا حاشیہ

(۲) یعنی اپنی کتاب "تذکرۃ النبلاء" کے اجزاء جن کے بھیجنے کا ذکر اس سے قبل بھی آچکا ہے۔ یہاں مولانا کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے مولانا عبدالحیٔ حسنی کے حوالے اپنی پوری کتاب ہی کردی تھی، اور مکمّل طور پر اس سے استفادہ کی اجازت دے دی تھی ——— پھر اسے واپس کرنے کی نوبت نہیں آئی، کیوں کہ اس خط کے لکھنے کے ایک سال کے بعد ہی مولانا انتقال کر گئے، بعد میں کتاب کا کیا حشر ہوا؟ کچھ پتہ نہیں چلتا، مولانا کے خاندان میں بھی کسی نے اب تک اس کی کھوج نہ لگائی۔

آپ ہم کو ان امور ذیل کے جواب سے ضرور بالضرور مطلع فرما دیں گے۔

(۱) حضرت مولانا عبد اللہ الغزنوی الامرتسری[1] رحمہ اللہ تعالیٰ کا ترجمہ آپ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے یا نہیں[2]۔ اگر نہیں لکھا ہو تو ضرور حضرت کا ترجمہ لکھیے۔ کیوں کہ حضرت اگر مشہور زہد و تقویٰ و ولایت میں تھے مگر علامۂ وقت تھے فاضل حبیب اللہ القندھاری[3] مؤلف "مغتنم الحصول فی علم الاصول"[4] کے تلمیذ رشید تھے اور کتب حدیثیہ حضرت میاں صاحب سے اخذ کیا تھا، اور مدۃ العمر سلسلہ درس قرآن مجید وغیرہ کا رکھا تھا۔ ان کا ترجمہ طویلہ[5] مکرمی مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی الامرتسری[6] نے میرے پاس لکھ کر کے بھیجا تھا۔ اس کو ہم نے بعینہٖ آپ کے پاس روانہ کیا ہے کہ آپ اس ترجمے کو پورا پورا مع حذف شئ و زیادۃ شئ علی اختیارک عربی

---

(۱) مولانا عبد اللہ غزنوی (م ۱۲۹۸ھ)، میاں صاحب کے تلامذہ میں ممتاز فرد جنھوں نے امرتسر میں برسوں رشد و ہدایت اور تبلیغ و دعوت کا کام کیا۔ اور اس سلسلے میں مخالفین کی سختیاں بھی جھیلیں۔ ایک عالم نے ان سے استفادہ کیا، ان کے حالات نواب صدیق حسن خان (م ۱۳۰۷ھ) نے "تقصار جیود الاحرار" میں، اور مولانا عظیم آبادی نے مقدمہ غایۃ المقصود (۱/ ۱۲-۱۳) میں لکھے ہیں۔ دوسرے مراجع کے لیے دیکھیے میری کتاب "حیاۃ المحدث" ص ۲۸۴ (حاشیہ)

(۲) نزھۃ الخواطر (۷/ ۳۰۲) میں ان کے حالات موجود ہیں۔

(۳) مولانا حبیب اللہ قندھاری (م ۱۲۶۵ھ) افغانستان کے مشہور اور کثیر التصانیف عالم۔ حالات کے لیے دیکھیے: اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۷/ ۸۸۸

(۴) اصول فقہ کی معروف کتاب جو ایک زمانے میں اہل علم کے درمیان بہت متداول رہی۔

(۵) اس سے مراد "سوانح عمری مولوی عبد اللہ غزنوی" ہے جس کے مؤلف مولانا عبد الجبار غزنوی (م ۱۳۳۱ھ) ہیں۔

(۶) یہ مولانا عبد اللہ غزنوی کے صاحبزادے اور جانشین ہیں۔ ان کے حالات اور مآخذ کے لیے "حیاۃ المحدث" ص ۲۸۳-۲۸۵ دیکھیے

ہیں لکھ کر کے داخلہ تاریخ فرمائیے۔

(۲) مکرمی مولوی عبدالحیٔ صاحب مرحوم لکھنوی کے اجزاء "اِنباء الخلاّن" قلمیہ آپ کو دستیاب ہوئے یا نہیں؟ اور بھی اجزاء تاریخیہ مکرّمی مولوی محمد نعیم مرحوم لکھنوی آپ کو کسی عنوان سے میسّر آئے یا نہیں؟ اگر ان دونوں کے اجزاء میسّر نہ آئے ہوں تو ضرور ان کے حصول کی کوشش فرمادیں۔ ۱۲۹۲ھ میں ہم کو شوق تاریخ علمائے ہند کا پیدا ہوا تھا۔ اسی زمانے میں مولوی عبدالحیٔ صاحب مرحوم بھی "اِنباء الخلاّن" لکھتے تھے۔ اور مولوی محمد نعیم صاحب تو ایک مدّت سے لکھ رہے تھے۔ ان دونوں کے اجزاء میں بھی بہت سے مفیدہ امور ملیں گے[1]۔ ہم نے چند بار آپ سے اس نمبر کے مضمون کو دریافت کیا ہے۔ مگر آپ نے کبھی جواب نہیں دیا ہے۔ اس بار جواب ضرور دیں۔

(۳) جو اہلِ علم کہ خاص ہندوستان کے تھے جیسے محمد حیات سندی[2]، عابد سندی[3]، ابوالحسن سندی[4] وغیرہ، مگر مہاجر ہو کر احد الحرمین میں مقیم رہ کر درس دیتے رہے اور جو اہلِ علم کہ اہلِ عرب کے تھے مگر ہندوستان میں اقامت کر کے ہندی ہو گئے جیسے حضرت

---

(۱) ان دونوں کا ذکر پہلے خط میں آچکا ہے، وہیں حاشیہ میں ان کا تعارف بھی لکھ دیا گیا ہے۔

(۲) شیخ محمد حیات سندی (م ۱۱۶۳ھ) "تحفۃ الانام فی العمل بحدیث خیر الانام" اور "الایقاف علی سبب الاختلاف" کے مؤلف۔ حالات کے لیے دیکھئے "نزھۃ الخواطر" (۶/ ۳۰۱-۳۰۲)

(۳) شیخ محمد عابد سندی (م ۱۲۵۷ھ)، ان کے حالات نزھۃ الخواطر (۷/ ۴۴۷-۴۴۹) اور دوسرے مآخذ میں موجود ہیں۔

(۴) شیخ ابوالحسن محمد بن عبدالہادی سندی (م ۱۱۳۸ھ) جنھوں نے صحاح ستہ پر حواشی لکھے جن میں سے بعض مطبوعہ اور بعض قلمی ہیں۔ ان کی تاریخ وفات میں شدید اختلاف ہے، حالات کے لیے دیکھیے۔ نزھۃ الخواطر (۶/ ۵)

شیخنا حسین بن محسن[1] ان لوگوں کا ترجمہ آپ کی تاریخ میں ہے۔ اگر نہ ہو تو ضرور ہونا چاہیے[2]، ورنہ آپ کی تاریخ میں نقص رہے گا۔

آپ ان تین نمبروں کے جواب سے مطلع فرمادیں۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ آپ اپنے کل اجزار تاریخیہ کو محفوظ طور پر ایک دفتی میں رکھ کر کے بذریعہ ڈاک رجسٹر شدہ میرے پاس بمقام ڈیانواں روانہ فرمادیں۔ اوائل ربیع الثانی میں ہم ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ کر کے بحفاظت تمام رجسٹری شدہ آپ کے پاس روانہ کردیں گے۔[3] چونکہ ہم کو تاریخ علمائے ہند کا بہت شوق عظیم ہے، مگر افسوس کہ میری تاریخ تمام ہوئی اور نہ مولوی عبدالحی صاحب مرحوم کی، نہ مولوی نعیم صاحب مرحوم کی۔ اب خدا کرے آپ کی یہ تاریخ بہت جامع اور مُغنی ہو۔ اور تمام وکمال تیار ہو کر شائع ہو جاوے۔[4] وما ذالک علی اللہ بعزیز۔ آپ ہم سے متعلق امور تاریخیہ کی برابر دریافت واستفسار فرمایا کریں۔ اور جن کے تراجم ابھی مرسل نہیں ہوئے ہیں اور وہ میری دفتیوں میں پڑے ہوئے ہیں ان کے لیے آپ اکثر ہم پر اگر تاکید فرمایا کریں گے تو امید ہے کہ ہم اس کی تلاش میں کوشش کریں۔ چونکہ کثرت اشتغال سے ہم بدحواس رہتے ہیں اس لیے ضرورت یاددہانی

---

(۱) شیخ حسین بن محسن یمانی انصاری (م ۱۳۲۷ھ) مشہور محدث، جن کے تلامذہ کی تعداد بے شمار ہے۔ حالات اور مآخذ کے لیے دیکھیے۔ "حیاۃ المحدث" ص ۲۴۸-251

(۲) مولانا عبدالحی حسنی نے نزھۃ الخواطر میں ان سبھوں کے حالات درج کیے ہیں جیسا کہ ابھی اشارہ کیا گیا۔

(۳) معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی اور وہ "نزھۃ الخواطر" کے زیر ترتیب اجزاء نہ دیکھ سکے۔

(۴) مولانا کی یہ تمنا بر آئی، اور "نزھۃ الخواطر" آٹھ جلدوں میں تمام کو پہنچی۔ اگرچہ اس کی اشاعت کی نوبت ان کی وفات کے بہت دنوں کے بعد آئی۔

اور تاکید کی بہت ہے۔ ہاں برادرم اعز مولوی محمد اشرف[1] علیہ الرحمہ کا ترجمہ بھی اگر درج تاریخ فرمادیں تو بہت عمدہ ہے[2]۔ مولوی حافظ عبدالمنان صاحب غازی پوری[3] نے تاریخ وفات ان کی بہت عمدہ لکھی ہے اس کو بھی اس میں داخل کر دیں[4]۔ اس سے بھی مطلع فرمادیں کہ جو اہل علم اس وقت کہ درجۂ شیخوخیت کو نہیں پہنچے ہیں، بلکہ تیس چالیس سال یا اس سے بھی کم ہوں مگر پوری لیاقت و استعداد ان کو ہے اور مشغلہ علمی بھی ہے ان کا ترجمہ درج ہوتا ہے[5]؟ اگر نہیں ہوتا ہے تو ترک کی

---

(۱) مولانا کے چھوٹے بھائی (م ۱۳۲۶ھ) اور علمی کاموں میں ان کے دست راست، افسوس کہ وہ مولانا عظیم آبادی سے تین سال قبل ہی انتقال کر گئے، جس کے بعد مولانا تصنیفی و تالیفی کام جاری نہ رکھ سکے ـــــ ان کے مختصر حالات مع ذکر مآخذ میں نے "حیاۃ المحدث" (ص ۳۰۱-۳۰۲) میں لکھ دیے ہیں۔

(۲) نزہۃ الخواطر (۸/۴۰۸) میں ان کے حالات موجود ہیں۔

(۳) تخلص وفا رکھتے تھے (م ۱۳۳۷ھ) عربی، فارسی اور اردو تینوں کے شاعر، موصوف مولانا عبدالرحمٰن بقا غازی پوری (م ۱۳۳۴ھ) کے برادر خورد، اور مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری (م ۱۳۳۷ھ) کے بھانجے تھے ـــــ ان کے قصائد کا ایک (قلمی) مجموعہ بنارس میں میری نظر سے گذرا ہے۔

(نوٹ) امام خاں نوشہروی (م ۱۹۶۶ء) نے "تراجم علمائے حدیث ہند" میں ان کا تخلص بقا اور ان کے بڑے بھائی کا وفا لکھا ہے جو ٹھیک نہیں۔ میں نے اس کی تصحیح اپنے "تذکرہ علمائے اہل حدیث ہند" میں کر دی ہے۔

(۴) یہ قطعہ تاریخ نزہۃ الخواطر میں موجود نہیں ـــــ مجھے یاد آتا ہے کہ اس کی اشاعت غالباً اہل حدیث (امرتسر) میں ۱۹۰۸ء کے کسی شمارے میں ہوئی تھی۔

(۵) ان سب لوگوں کے حالات حتی الوسع مولانا عبدالحی حسنی نے نزہۃ الخواطر (جلد ۸) میں جمع کیے ہیں، اگرچہ یہ حصہ بہت ہی ناقص ہے، مگر محترم مولانا ابوالحسن علی ندوی کی نظر ثانی اور بین القوسین اضافے کے بعد اکثر علماء کے حالات "مکمل" ہو گئے ہیں، مگر ابھی مزید تصحیح و تکمیل کی ضرورت محسوس ہوتی ہے (خصوصاً تاریخ وفات اور تالیفات سے متعلق)

کیا وجہ؟ ملحدین و مبتدعین جیسے احمد رضا خاں بریلوی[1] عاملہ اللہ بما یستحقہ کا ترجمہ اگر اس میں ہو تو عمدہ طور پر اس کے عقائد فاسدہ کا اظہار بھی ضروری ہے[2]۔ اگر آپ کے پاس سوانح عمری حضرت میاں صاحب[3] اور "المکتوب اللطیف"[4] آپ کے پاس نہ ہو تو آپ دہلی میں مولوی تلطف حسین صاحب[5] سے لے لیں گے، ہم نے ایک تعمہ لکھ دیا ہے۔

---

(۱) برصغیر میں بریلوی حنفی جماعت کے پیشوا (م ۱۳۴۰ھ) جنھوں نے بدعات و خرافات کی تائید میں سیکڑوں چھوٹے بڑے رسالے لکھ ڈالے۔ تحریک شہیدین کی خصوصاً، اور اس کے بعد ہر اصلاحی تحریک کی عموماً انھوں نے پوری شد و مد کے ساتھ مخالفت کی۔ عملاً زندگی بھر انگریزی حکومت کے مؤید رہے — مگر اب انھیں "جنگ آزادی کا ہیرو" اور "عصر حاضر کا مجدد" تصور کیا جاتا ہے!!

(۲) مولانا عبدالحی حسنی نے اس مشورے پر اپنی حد تک عمل کیا ہے، اور اس کی تکمیل ان کے صاحبزادے (مولانا علی میاں) نے کردی ہے — سچ ہے: اگر پدر نہ تواند پسر تمام کند۔ دیکھیے: نزہۃ الخواطر (۳۸/۸-۴۱)

(۳) یعنی "الحیاۃ بعد المماۃ" تالیف: فضل حسین مظفرپوری (م ۱۹۰۸ء) جو اب تک میاں صاحب کی سوانح حیات کے سلسلے میں بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے، اگرچہ اس میں بعض مقامات اصلاح طلب اور قابل تنقید بھی ہیں — کاش کہ کوئی ادارہ ترتیب و تصحیح کے بعد اس کا نیا اڈیشن شائع کردے، کیونکہ اب اس کا پہلا اڈیشن (دہلی ۱۹۰۸ء) نایاب ہے — دوسری بار یہ کتاب کراچی سے شائع ہوئی تھی لیکن اتنی غلط اور بدنما کہ اس کا ذکر کرنا بھی مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

(۴) المکتوب اللطیف إلی المحدث الشریف" تالیف مولانا عظیم آبادی، جس کا تذکرہ تالیفات کے ضمن میں آچکا ہے۔

(۵) مولانا تلطف حسین عظیم آبادی (م ۱۳۳۴ھ)، مالک مطبع انصاری دہلی، مولانا عظیم آبادی اور دوسرے جدید و قدیم محدثین کی کتابوں کے ناشر — دیکھیے: "حیاۃ المحدث شمس الحق و اعمالہ" ص ۲۹۱-۲۹۳

حضرت شیخنا حسین کے فتاوی و مکاتیب اور بھی ملتے جلتے ہیں، مگر ہم کو یہ معلوم نہیں کہ مکرمی مولوی محمد صاحب بن شیخنا ترتیب و تنقیح و تہذیب اس کی شروع کیا یا نہیں؟ اگر شروع کر دیا ہو تو ہم اور بھی تلاش کریں۔(۱)

بعد فرصت اہتمام ندوہ کے ہم "مناقب الشافعی" للرازی صرف ایک ماہ کے لیے جناب مولوی شبلی صاحب سے مستعار چاہتے ہیں، آپ ان کو خبر دے دیں، پھر ہم بعد جلسہ ندوہ کے ان کو خط لکھ کر کے کتاب کو طلب کریں گے۔

میرے اس خط کو بغور ملاحظہ فرما کر سب کا جواب دیجیے۔

زیادہ والسلام مع الشوق۔ فقط

۶/ ربیع الاوّل ۱۳۲۶ھ

عاجز فقیر محمد شمس الحق عفی عنہ

از ڈیانواں، ضلع پٹنہ

(۴)

بخدمت شریف مخدومی مکرمی دامت مجدکم

بعد سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ التماس ایں کہ ایک ماہ یا اس سے کم و بیش ہوا کہ کچھ اوراق تراجم علماء بذریعہ پولندہ بیرنگ کے روانہ کیا ہے اور مکتوب بھی، یقیناً وہ مکتوب و اوراق آپ کو ملے ہوں گے۔ اس میں ایک مکتوب بنام مولوی لطف حسین صاحب کے بھی تھا۔ اس غرض سے کہ جب آپ دہلی جاویں تو ان سے "الحیاۃ بعد

---

(۱) دوسرے خط کے آخر میں شیخ حسین بن محسن یمانی (م ۱۳۲۷ھ) کے مجموعہ فتاوی "نور العین من فتاوی الشیخ حسین" کے ترتیب دیے جانے کا ذکر کیا جا چکا ہے یہاں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

الممات" کا ایک نسخہ لے لیں اور ایک مکتوب بنام مولوی سید امیر علی صاحب کے تھا، مگر آپ نے نہ جواب خط دیا اور نہ رسید اجزا ر تاریخ روانہ فرمایا۔

ہاں جو اوراق روانہ کیے ہیں اس میں ایک بزرگ کا ترجمہ ہے جن کا نام غلطی سے محمد اسحٰق لکھا گیا ہے۔ نام صحیح ان کا شاہ ابو اسحٰق لہراوی اعظم گڑھی[1] ہے۔ اس کو صحیح کر دیجیے۔ اور منجملہ شیوخ ان کے ایک شیخ محمد ناصح[2] تلمیذ فاخر زائر الہ آبادی[3] ہیں۔ انھوں نے شیخ محمد ناصح کا ترجمہ اپنے رسالہ" نور العینین "[4] میں کیا ہے۔ ورق کے حاشیے پر اس عبارت کو لکھ دیجیے۔ ہم شاہ ابو اسحٰق کا پورا ترجمہ تلاش کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ مل جاوے گا۔ ان شاء اللہ

کچھ اوراق تراجم کے اور بھی ملے ہیں ان کو بھی روانہ کریں گے۔ نہ معلوم کہ حضرت شیخنا حسین کے مجموعہ فتاوی و مکاتیب میں کچھ کام جاری ہے یا کیا حال ہے؟ بعض بعض تحریریں حضرت کی اور بھی ملی ہیں۔ امید ہے کہ اور بھی مل جاوے۔ سب کو بھیج دیں گے، اگر مولوی شیخ محمد صاحب اپنے کام میں مستعد ہوں۔

غالباً مولوی سید امیر علی صاحب لکھنؤ محلہ ترھی میں ہوں گے، ہم نے اسی نشانی

---

(۱) مولانا ابو اسحٰق لہراوی اعظم گڑھی (م ۱۲۳۴ھ)۔ اپنے علاقے میں عمل بالحدیث کو سب سے پہلے فروغ دینے والے۔ تفصیلی حالات اور مآخذ کا ذکر میری زیر ترتیب کتاب "تذکرہ علمائے اہل حدیث ہند" میں ملے گا۔

(۲) شیخ محمد ناصح کے حالات نزھۃ الخواطر اور دوسری پیش نظر کتابوں میں نہیں ملے۔

(۳) مولانا محمد فاخر زائر الہ آبادی (م ۱۱۶۴ھ)، بارھویں صدی ہجری میں حدیث و سنت کی اشاعت کرنے والوں میں سے، ان سے کئی نظمیں یادگار رہیں، جن میں سے "نوملاتیہ" اور "رسالہ نجاتیہ" کئی بار چھپ چکی ہیں۔

(۴) رفع الیدین کے موضوع پر فارسی نظم —— جس میں بڑے دلنشیں پیرائے میں اس کا اثبات کیا ہے۔

سے ان کو خط لکھا ہے، خدا کرے ان کو خط مل جاوے۔ "مناقب الشافعی" للرازی کو ہم ایک ماہ کے لیے مستعار چاہتے ہیں، اگر مولوی شبلی صاحب وہاں موجود ہوں تو ہم ان کو خط لکھیں۔ ضرور مطلع فرماویں۔

زیادہ والسّلام، فقط

محمد شمس الحق عفی عنہ از ڈیانواں ضلع پٹنہ

۲۶/ربیع الثانی ۱۳۲۸ھ

{یہ چاروں اصل خطوط رائے بریلی میں مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی کے پاس ایک البم میں محفوظ ہیں۔ راقم نے وہیں سے نقل کیے ہیں}

(۵)

از عاجز محمد شمس الحق عفی عنہ

بجناب گرامی مخدومی مکرمی مولوی حافظ محمد عبداللہ صاحب دام الطافکم

بعد السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ التماس یہ ہے کہ کتاب[1] "رفع الغواشی عن وجوہ

---

(۱) مولانا عبداللہ چھپراوی (م ۱۳۴۸ھ) کی یہ کتاب ڈپٹی نذیر احمد دہلوی (م ۱۹۱۲ء) کے ترجمہ قرآن کا تنقیدی جائزہ ہے ــــ دو حصوں پر مشتمل، اردو زبان میں لکھی گئی ہے ــــ مولانا ہی کی ایک دوسری کتاب "البیان لتراجم القرآن" (مع ضمیمہ) بھی ہے جس میں چند دوسرے اردو اور انگریزی تراجم کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے، غالباً یہ اپنے موضوع پر اوّلین کتاب ہے۔ مولانا کے بعد اس موضوع پر مولانا ثناء اللہ امرتسری (م ۱۹۴۸ء) اہل حدیث (امرتسر) میں "تفسیر بالرائے" کے عنوان سے کئی سال تک مضامین لکھتے رہے جن میں سر سید احمد خاں (م ۱۸۹۸ء) اور غلام احمد قادیانی (م ۱۹۰۸ء) وغیرہ کے تراجم و تفاسیر پر بے لاگ تنقید کی تھی، بعد میں دو حصوں کے اندر مستقل کتاب کی شکل میں اس سلسلۂ مضامین کی اشاعت کے خواہاں تھے، افسوس کہ ان میں سے صرف پہلا حصہ چھپ سکا۔

الترجمة والحواشی" وصول ہوئی۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیراً۔ ماشاء اللہ تعالیٰ
نہایت عمدہ طور سے یہ کتاب لکھی گئی ہے، اور اپنے باب میں یہ کتاب لاجواب و بے مثل ہے
ایدکم اللہ بروح القدس۔

ہم اس طرف دہلی گئے تھے اس لیے ارسال رسید میں توقف ہوا۔ دہلی میں اشتہار
اس کتاب کا ہم نے دیکھا تھا، حضرت شیخنا و مولانا سید نذیر حسین صاحب بھی اس کتاب
کے مشتاق ہیں۔ آپ ضرور حضرت ممدوح کے پاس دو ایک نسخہ روانہ فرمائیں، اور
ایک نسخہ میرے پاس بذریعہ ویلو روانہ فرما دیں، بلا قیمت روانہ نہ فرمائیں۔ وہ نسخہ جو
آپ نے میرے لیے روانہ فرمایا تھا وہ ہم نے ایک طالب العلم کو دے دیا۔

زیادہ والسلام مع الشوق التام

دوم شعبان المعظم [۱۳۱۹ھ](۱)

از ڈیانواں، ڈاکخانہ کرائے پرسرائے

ضلع پٹنہ

(۶)

از عاجز فقیر حقیر محمد شمس الحق عفی عنہ

بخدمت جامع الفضائل والکمالات مخدومی و مکرمی جناب مولوی حافظ

ابو محمد عبد اللہ صاحب دام محبتکم

بعد السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ التماس ایں کہ عنایت نامہ ملفوف مرقومہ
یوم السعید وصول پاکر ممنون و مشکور رہا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیراً۔ اور اس کے

---

(۱) اس خط پر سنہ درج نہیں ہے، لیکن چونکہ یہ میاں صاحب (م ۱۰ رجب ۱۳۲۰ھ) کی زندگی میں لکھا گیا تھا اس لیے اندازاً ۱۳۱۹ھ ہونا چاہیے۔

قبل بھی نامہ ملفوف مع نامہ عالی حضرت میاں صاحب[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصول ہوا ہے اور ہم نے رسید بھی اس کی بذریعہ ایک کارڈ کے روانہ کیا ہے غالباً وصول ہوا ہو گا۔ اب وہ نامۂ عالی حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے پاس اس نامہ بیرنگ میں روانہ کرتے ہیں، تاکہ وصولی اس کی متحقق ہو۔

الحمد للہ والمنہ، کہ رافع الغواشی کا دوسرا حصہ بھی تیار ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کے عمر و کام میں برکت عطا فرما دے کہ فہرس الاحادیث[2] انجام کو پہنچ جائے، آپ جب چاہیں یہاں تشریف لائیں، ہم بھی آپ کے ملاقات کے بہت مشتاق ہیں۔ آپ تو ہر سال فتوحہ کے راستے سے چھپرا آیا جایا کرتے ہیں، فتوحہ اسٹیشن سے موضع ڈیانواں چار کوس ہے، اور ٹم ٹم وغیرہ بکثرت ملتی ہے اور فی آدمی چھ آنے لیتا ہے، اور سڑک بہت پختہ ہے، آپ تو اکثر تشریف لا سکتے ہیں، بہر حال جب چاہیں تشریف لا دیں ہم منتظر ہیں۔

والسلام مع الشوق التمام

۱۴/ شوال روز چار شنبہ ۱۹۲۰ء[3]

از ڈیانواں

{ ان دونوں خطوط کے لیے دیکھیے: ابو محمد عبد اللہ چھپراوی: "البیان لتراجم القرآن" ص ۱۴۰ ـــ ۱۴۱ (ط۔ کلکتہ ۱۳۴۶ھ) }

---

(۱) یعنی مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ)

(۲) اس نام سے بھی ایک کتاب تالیف کر رہے تھے، معلوم نہیں تکمیل کو پہنچی یا نہیں؟

(۳) کتاب میں اسی طرح ہے جو درست نہیں، صحیح ۱۳۲۰ھ ہے۔

(۷)

بخدمت جامع الفضائل مولوی محمد عبدالحق[1] صاحب حفظ اللہ تعالیٰ

بعد سلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ پرسوں ایک کارڈ روانہ ہوا ہے، وصول ہوا ہوگا۔ آج ۹ ربیع الاول[2] کو یہ فتوی مرسل[3] ہے۔ ہم کو مرض اور ہموم نے بہت پریشان کر دیا ہے، اس لیے جواب میں تاخیر ہوئی۔ اب بہ مشکل تمام یہ لکھا گیا ہے جو مرسل ہے، رسید سے مطلع فرمادیں گے۔

زیادہ والسلام۔ فقط

محمد شمس الحق عفی عنہ

از ڈیانواں، ضلع پٹنہ

[الاعتصام (لاہور) ۲۰ نومبر ۱۹۷۰ء]

---

(۱) مشہور اہل حدیث عالم مولانا محمد عبدالحق ملتانی (م ۱۳۶۵ھ)

(۲) سنہ درج نہیں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اخیر عمر میں مولانا نے یہ خط لکھا تھا۔

(۳) یہ فتوی صغر سنی کے نکاح اور خیار بلوغ کی تحقیق سے متعلق ہے۔ الاعتصام (لاہور) ۲۰ نومبر ۱۹۷۰ء میں پہلی بار شائع ہوا تھا۔ انشاء اللہ جلد ہی "فتاوی مولانا شمس الحق عظیم آبادی" میں اس کا مکمل متن پیش کیا جائے گا۔

(۸)

از عاجز فقیر محمد شمس الحق عفی عنہ

بخدمت شریف جامع الفضائل محبی مکرمی مولوی ثناء اللہ صاحب دامت محبتکم

بعد سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محبت نامہ کارڈ ڈیانواں آکر وصول پایا اور یوم دوم رجسٹری بھی دہلی چاندنی چوک کوٹھی حاجی علی جان[۱] مرحوم مولوی حافظ عبدالغفار صاحب[۲] کے پاس روانہ کر دیا، اور تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ہم عرصہ سے علیل ہیں اور ضعف غالب ہوا جاتا ہے اور غذا بہت کم، اس لیے بنظر تبدیل آب وہوا کے ڈیانواں سے مع سامان سفر کے روانہ ہوئے اور پہلے جبل راجگیر پر اقامت چاہتے تھے، پھر بعد یکماہ کے سفر دہلی وغیرہ کرتے، اسی خیال سے اپنے طالب العلم سب کو بھی رخصت کر دیا اور سب کام کو بند کر کے روانہ ہوئے۔ حاجی زکریا خاں صاحب کا اصرار تھا کہ ملک متوسط کی طرف روانہ ہوں، اور انھوں نے کوئی دقیقہ اصرار کا اٹھا نہیں رکھا، مگر چونکہ خیال جبل راجگیر کا تھا اس لیے ملک متوسط کی طرف نہیں گئے اور راجگیر کی طرف روانہ ہوئے۔ مگر عرصہ ایک سال سے اطراف پٹنہ وبہار میں سخت طاعون ہے اور بہت لوگ نقصان ہوئے۔ بعد روانگی میرے معلوم ہوا کہ ڈیانواں میں بھی طاعون آگیا اور بہت زور ہے، مجبور نہایت حیرانی وپریشانی کی حالت میں واپس آئے اور ان شاء اللہ علامت

---

(۱) کوٹھی حاجی علی جان، نئی سڑک دہلی میں ایک بڑی بلڈنگ تھی، جہاں اکثر آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس (تاسیس ۱۹۰۶ء) کی میٹنگ ہوا کرتی تھی۔ اسے دہلی میں مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔

(۲) حافظ عبدالغفار بن عبدالرحمٰن (م ۱۹۳۹ء)، حاجی علی جان کے پوتے، ایک زمانے تک آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے صدر رہے، پہلے ان ہی کے ذمہ کانفرنس کا حساب کتاب رہتا تھا۔

"یوم یفر المرء من اخیہ" کی پایا۔ ایسا چھوٹا قریہ اور یہ حالت، اللہ تعالیٰ رحم فرمادے اور امن عطا کرے۔ میرے سارے خدام بیمار اور بعض بخوف دوسری دوسری جگہوں میں چلے گئے، عجیب حالت نازک ہے، اللہ تعالیٰ رحم فرمادے۔ میرے مختار و منشی اور جو لوگ کام دفتر کا کرنے والے ہیں سب کے سب چپکے روانہ ہو گئے۔ یہ قریہ گویا اس وقت خالی ہے۔ ہم اس وقت یہ خط لکھتے ہیں اور طبیعت بالکل حاضر نہیں ہے۔ آپ نے بہت اچھا کیا کہ کوٹھی حاجی علی جان مرحوم کو امین کانفرنس قرار دیا، اس سے کانفرنس کو ان شاء اللہ تعالیٰ فائدہ معتد بہا پہنچے گا، کیوں کہ دیانت اور راست بازی میں یہ کوٹھی ضرب المثل ہے۔ کتاب حساب و کتاب کانفرنس اور تحویل اس کی ایک صندوق میں محفوظ ہے۔ اور منشی جی میری کنجی لے کر کہیں ٹل گئے ہیں، جب انتشار کم ہو اور منشی جی واپس آویں تب ہم باقی تحویل اور کتاب کانفرنس جو صندوق کے اندر ہے دہلی روانہ کر دیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس وقت جس قدر تحویل باہر دوسری جگہ رکھی تھی یعنی نو سَو روپے، اس کو ہم نے بذریعہ نوٹ کے دہلی روانہ کر دیا آدھا اس کا روانہ ہوا ہے اور آدھا اس کے بعد آنے رسید کے روانہ ہو گا، آپ اطمینان رکھیں، یہ سب کیفیت ہم نے مکرمی مولوی عبد الغفار صاحب کو بھی لکھ دیا ہے۔ اللہ اللہ ہر دن دو تین موت ہوتی ہے۔ سارے لوگ جھونپڑی میں بدحواس ہیں۔ اشخاص چند اندر مکان کے بستی میں ہیں۔

یہ قریہ صغیرہ حکم میں قریہ کبیرہ کے ہے، چونکہ ساری اشیاء مایحتاج ایسا ہر وقت ملتی ہیں مگر آج کل چونکہ سارے لوگ بھاگے ہوئے ہیں ایک پیسہ کی چینی بھی نہیں ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمادے۔

زیادہ والسلام مع الشوق

۱۲ ربیع الاول بروز سہ شنبہ

محمد شمس الحق عفی عنہ از ڈیانواں ضلع پٹنہ

[اہل حدیث (امرتسر)، ۳۱ مارچ ۱۹۱۱ء]

٩

بسم الله الرحمن الرحيم وبه نستعين ولا حول ولا قوة إلا بالله

الحمد لله الجاعل المتحابين تحت ظل عرشه، والمدخر ثمرة المحبة يوم ظهور انتقامه، مهيئاً لهم بالفضل العظيم والخير النعيم، والشكر لرب العالمين، منشئ النعم الوافرة لعباده كرماً منه ومناً، الموضح لهم منهج الحديث الكاشف عن نكات الكتاب الأسنى، والصلاة والسلام على خير خلقه رسوله وصفيه محمد بن عبد الله، سيد الأبرار وإمام الأخيار، الواصل من ربه إلى أعلى مراتب النبوة وغاياتها، الساطع نوره في مشارق الأرض ومغاربها، وعلى آله الكرام البررة، وأصحابه النجباء الخيرة.

وبعد، من العبد الضعيف الفقير الحقير الخادم لكتاب الله ولحديث النبي الأبر، أبي الطيب محمد بن أمير بن علي بن حيدر الصديقي القرشي الشهير بشمس الحق العظيم آبادي، عفا الله عنهم وتجاوز عن زلاتهم، إلى ذي القدر المحمود، والفخر المشهود، خلاصة النبلاء الأعاظم، عمدة أهل المجد والمكارم، الشيخ الفاضل الكامل عبد الحفيظ بن الشيخ محمد الطاهر الفهري نسباً، الفاسي داراً، الهمام، لا زال محروساً من حوادث الليالي والأيام، وسلمه الله وأبقاه، ورعاه وحماه بفضله ومنه.

سلام ألطف من نسيم الأسحار، وأضوأ من شمس النهار، ورحمة الله وبركاته، وتحياته ومرضاته.

قد وصل مشرفكم الكريم، وخطابكم العذب الفخيم، فقبلت أذياله وحمدت الله تعالى على وروده، جزاكم الله تعالى جزاء، وبارك الله

لكم وفيكم، وحصل بكتابكم السرور وكمال الأنس والحبور، فقرأت ماشرحتم، وفهمت ماذكرتم، وأحمد الله تعالى على عافيتكم و حسن استقامتكم، وإنى تاخرت فى إرسال الجواب، فلى ندامة عظيمة، فإن تواخذ نى فحقك أقوى، وإن تعف فهو أقرب للتقوى.

وذكرتم أن طلب الإجازة لإحياء رسوم الأستاذ طريق عند العلماء معهود، والأمر كما قلتم، لكننى لست بأهل لذلك، ولا ممن يخوض هذه المسالك.

ولست بأهل أن أجاز فكيف أن

أجيز ولكن الحقائق قد تخفى

فلما علمت أن ذلك منكم ناشئ عن حسن ظن بى، لم يسعنى إلا إجابتكم لهذه الأمنية. فأقول مستعينا بالله تعالى:[1]

الحمد لله العلىّ الشان ... ذى العز والجبروت والسلطان

المُنزلِ التوراة والإنجيل والـ ... فرقان بالتذكير والتبيان

بعث النبيين الكرام هداية ... للخلق نحو شرائع الإيمان

منهم محمدٌ الرسول إمامهم ... فى العلم والإرشاد بالبرهان

فأتى الزمان وأهله متحليا ... بمكارم الأخلاق والإحسان

صلى عليه وآله كل الورى ... ما استمسكوا بدلائل الفرقان

هذا، وبعدُ فيا أخي لازلتم ... فى نعمة المولى مدى الأزمان

ووُقيتُم شرّ الحوادث والهوى ... وكُفيتم من صالح الإخوان

ثم اعلموا أنى تلوت كتابكم ... خير الصحائف فى جلالة شان

ألفاظه المستعذبات لأنها ... ماء الحياة لغُلَّة اللهثان.

(١) نقلت هذه القصيدة فى كتابى «حياة المحدث» ص ٤٨-٤٩ وهناك قصيدة أخرى له باللغة العربية، طبعت فى خاتمة «التاريخ الصغير» للبخارى (ص ٤٤-٤٦) ط، إله آباد ١٣٢٥هـ.

ووقفتُ فيه على سؤالٍ منكم طلباً لما هو مسلكٌ حقّاني
فأقول إني إمتثلتُ لأمركم وهو الذى نحو الجواب دعاني
ولقد علمت بأن من كتم الهدى من بعد علمٍ طاح بالخذلان
فاجزتكم بكل ما أورويه لا سيما ما أخرج الشيخان
ثم الصلاة مع السلام على الذى قد جاءنا بالذكر والقرآن
وعلى صحابته الكرام وآله اهل التقى والعز والعرفان

ثم لا يخفى على شريف علمكم أن الإجازة المطلوبة منكم على وفق أمركم مرسلة إليكم، وأرسل إليكم هذه الكتب المسطورة أسماؤها بعد ذلك، وكلها من مؤلفاتي[1] جعلها الله تعالى ذخيرة لعاقبتي، فاقبلوا مني هذه البضاعة المزجاة، ومعها كتاب التاريخ الصغير للإمام الحجة البخاري (رح) أيضا.

ولي بحمد الله مؤلفات أخرى أيضا ما تمّ إلى الآن، وبعضها تمّ لكن ما طبع، وبعضها طبع لكنه بالفارسية وبعضها بالهندية، وهو لا ينفعكم لاختلاف اللسان، والله المسئول أن يجعل قلوبنا يصالح الوداد.

والجواب من حسناتكم مطلوب سريعًا، ليطمئن القلب بوصول الكتب المرسلة إليكم، ولا تتأخروا في الجواب.

ولا زلتم في حفظ الله تعالى ورعايته، والولدان الفاضلان: إدريس بن أبي الطيب والحافظ أيوب بن أبي الطيب يسلّمان عليكم، والدعاء وصيتكم، وفي حماية الله تعالى لا برحتم.

---

(١) وهذا يدل على أن «عون المعبود» (الأجزاء الاربعة) ومع «رفع الالتباس» من مؤلفاته خلافًا لما زعم بعضهم، انظر «حياة المحدث» ص ١٤٣-١٥١، ١٨٤-١٢٣

قاله بفمه وكتبه بقلمه: أبو الطيب محمد شمس الحق الصديقي العظيم آبادي الهندي عفا الله عنه وتجاوز عنه.

حرر في ٢٦ جمادى الأولى سنة ١٣٢٧ من الهجرة النبوية، على صاحبها أفضل الصلاة والتحية.

فهرس الكتب المرسلة إليكم

١ - عون المعبود شرح سنن أبي داود بالتمام والكمال في أربع مجلدات.
٢ - غاية المقصود شرح سنن أبي داود جزء من اثنين وثلاثين جزءًا.
٣ - التعليق المغني على سنن الإمام الدارقطني في جلدين.
٤ - المكتوب اللطيف مع الرسائل.
٥ - إعلام أهل العصر مع خلق أفعال العباد.
٦ - رفع الالتباس عن بعض الناس
٧ - المعجم الصغير للطبراني مع غنية الألمعي لأبي الطيب.
٨ - التاريخ الصغير للإمام البخاري (رح).

والعنوان لرد الجواب هكذا

هندوستان	بٹنه عظیم آباد	کرای پرسرای	مقام دیانوان

عند محمد شمس الحق عفي عنه

ثم لا يخفى عليكم أن عظيم آباد بلد كبير في الهند، وله اسم آخر بٹنه اسم للبوطه، و(ڈیانوان) من توابع عظيم آباد، وهو محل إقامتي وحبيبي الفاضل تلطف حسين يسليم عليكم ويرسل اشتها الكتب المطبوعة إليكم

[یہ عربی خط مولانا کی غیر مطبوعہ کتاب "الوجازة في الاجازة" کے آخر میں موجود ہے، جس کا قلمی نسخہ خدا بخش لائبریری (پٹنہ) میں زیر رقم ٣٢٦٥ محفوظ ہے]

مولانا کے سلسلۂ اسانید کا خاکہ

مولانا شمس الحق عظیم آبادی نے اپنی اسانید حدیث کی تفصیل اپنی کتاب "الوجازۃ فی الاجازۃ" میں دی ہے، جس کے دو قلمی نسخے خدا بخش لائبریری (پٹنہ) میں میری نظر سے گذر چکے ہیں، اس کی ایک نقل بھی میں نے حاصل کر لی ہے۔ مولانا نے اپنی بعض دوسری تالیفات (مقدمہ "غایۃ المقصود"، مقدمہ "التعلیق المغنی" اور "المکتوب اللطیف") میں بھی چند اسانید کا ذکر کیا ہے۔ ان کے علاوہ مولانا کو ان کے اساتذہ کی دی ہوئی اصل سندیں بھی آج تک خدا بخش لائبریری (پٹنہ) میں "مجموعۂ اجازات" کے نام سے ایک جلد میں موجود ہیں۔ ان تمام مآخذ کی روشنی میں مولانا کی اسانید کے چارٹ یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں حسب ذیل امور کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

۱۔ مولانا کے ہر استاد کی سندوں کا چارٹ الگ الگ بنایا گیا ہے۔

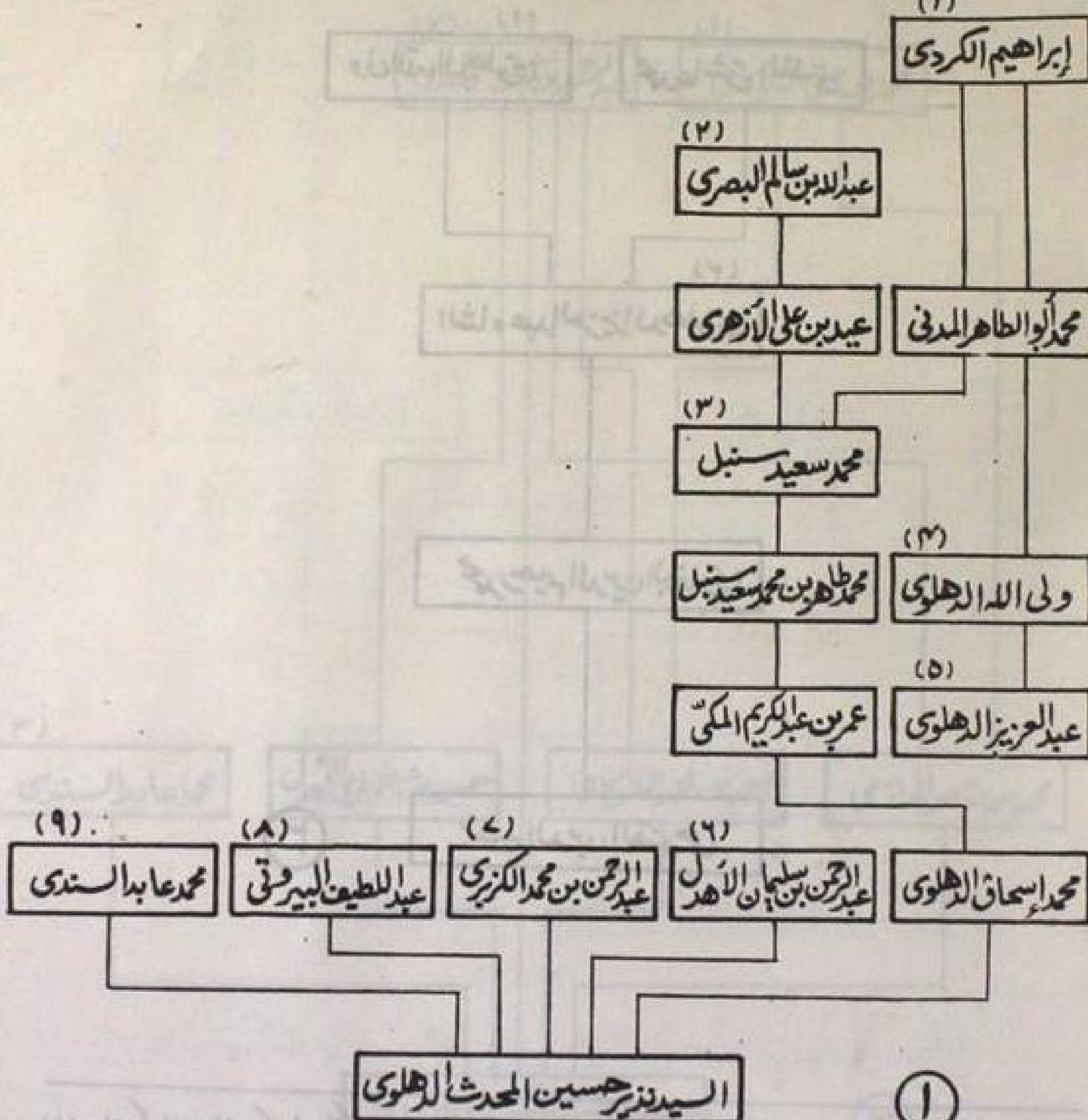
۲۔ ہر استاد کا سلسلۂ سند کسی ایسے محدث تک لے جا کر ختم کر دیا گیا ہے جن کا مجموعۂ اسانید کتابی شکل میں موجود ہے۔

۳۔ حاشیہ میں ان کتابوں کا تذکرہ کر دیا گیا ہے جن میں اس محدث سے اوپر کی اسانید کی تفصیل ملتی ہے۔

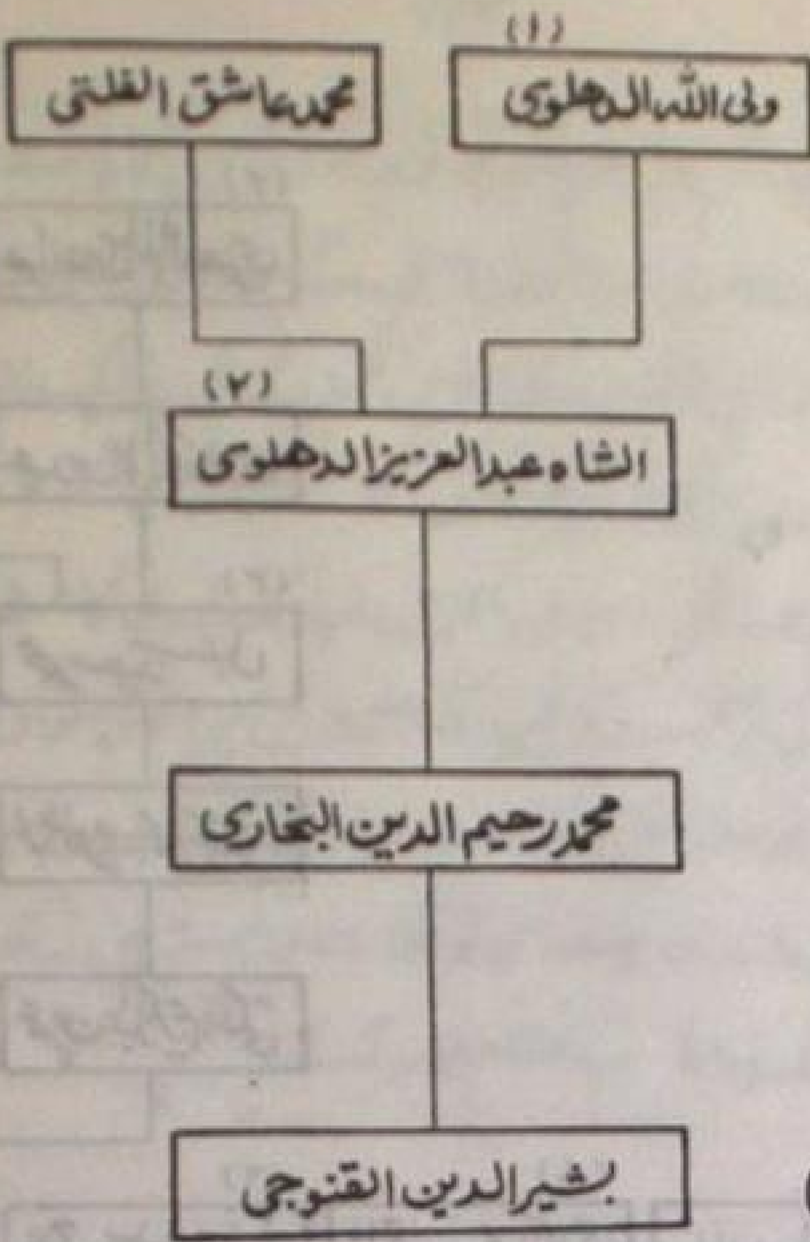
۴۔ علماء و مشایخ کے مشہور نام دیے گئے ہیں۔ ان کے سلسلۂ نسب، کنیت، القب، تاریخ وغیرہ کی تفصیلات طوالت کے خوف سے ترک کر دی گئی ہیں۔ ان معلومات کے لیے کتب اسانید و تاریخ کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔

امید ہے کہ یہ چارٹس اہلِ علم کے لیے توجہ اور دلچسپی کا باعث ہوں گے، ہمارے دوسرے علماء و محدثین کے سلسلۂ اسانید کی ترتیب کے وقت بھی ان سے استفادہ کیا جائے گا، اور آئندہ سوانحی کتابوں کے آخر میں تکملہ کے طور پر ایک لازمی جزء کی حیثیت سے اس طرح کے چارٹس ضرور شامل کیے جائیں گے۔

آخر میں برادرم عبدالکبیر (بن عبدالقوی) مبارک پوری کا شکر گذار ہوں کہ انھوں نے ان چارٹس کی ترتیب و تزئین کے سلسلے میں میرا کافی تعاون کیا، اور اپنے ذوقِ جمال سے کام لیتے ہوئے انھیں زیادہ سے زیادہ مختصر اور دیدہ زیب بنانے کی کوشش کی۔ مستقبل میں ان سے بہت سی توقعات وابستہ ہیں۔ خدا کرے انھیں علمی و دینی کام کرنے کے لیے مناسب مقام میسر آئے۔

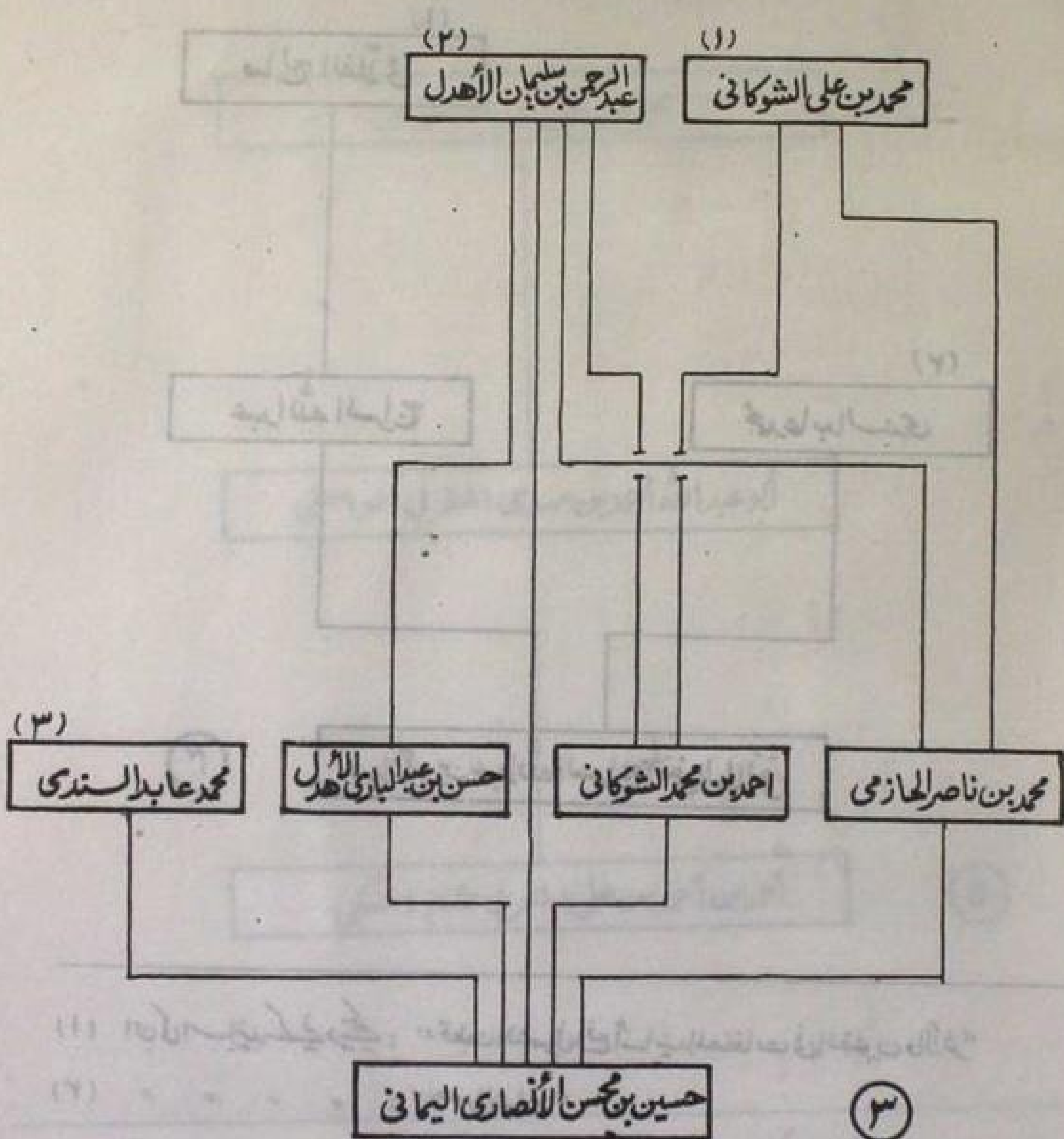


(۱) ان کی اسانید کے لیے دیکھیے : "الأمم لإیقاظ الهمم"
(۲) " " " " : "الإمداد بمعرفة علو الاسناد"
(۳) " " " " : "أوائل کتب الحدیث"
(۴) " " " " : "إتحاف النبیه فیما یحتاج إلیه المحدث والفقیه" اور "الإرشاد إلى مهمات علم الاسناد"
(۵) " " " " : "العجالة النافعة"
(۶) " " " " : "النفس الیمانی والروح الریحانی فی إجازة القضاة بنی الشوکانی"
(۷) " " " " : اُن کا "ثبت"
(۸) " " " " : "المکتوب اللطیف إلى المحدث الشریف" اور "الوجازة فی الإجازة"
(۹) " " " " : "حصر الشارد فی أسانید محمد عابد"

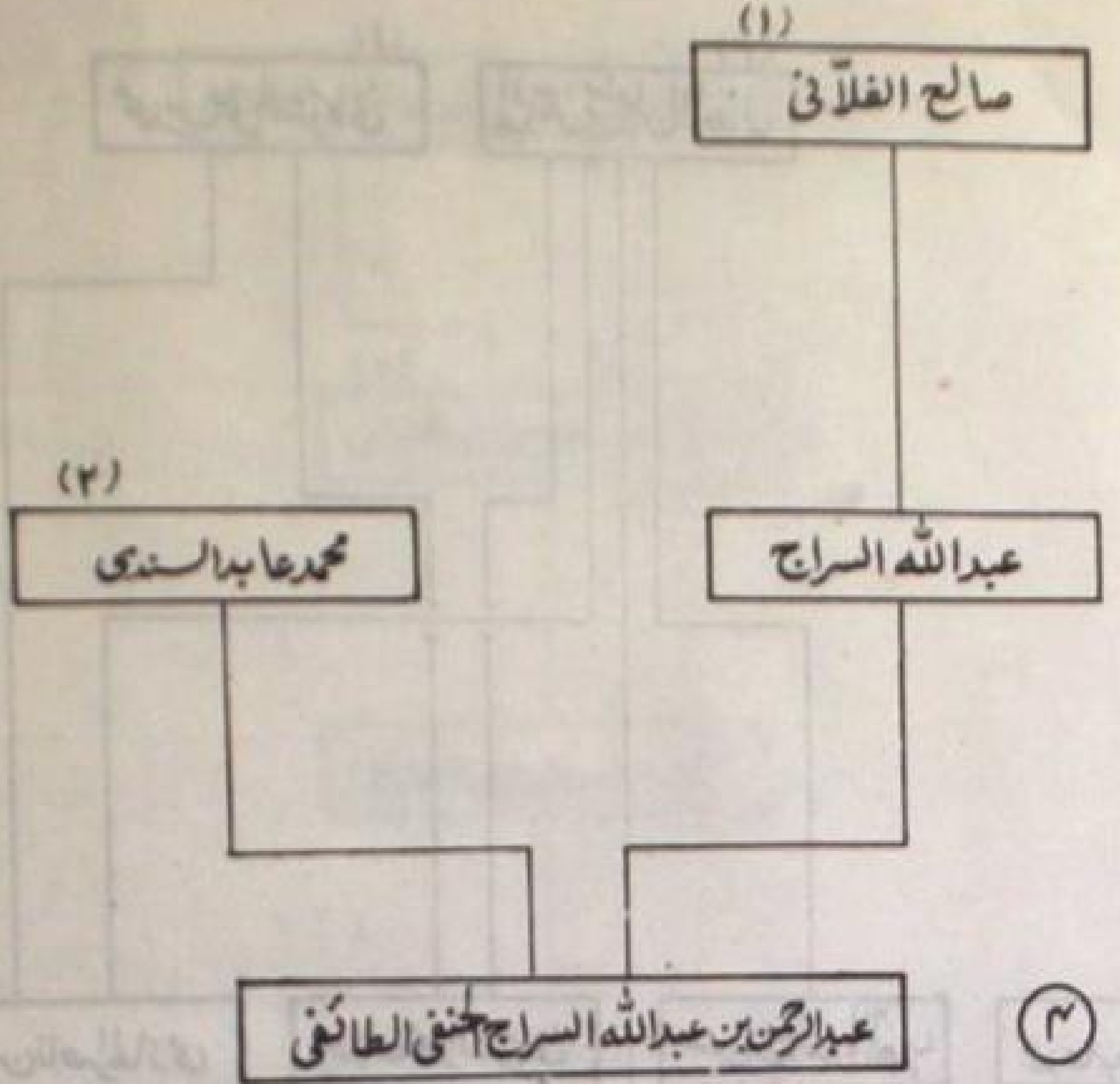


(۱) ان کی اسانید کے لیے دیکھیے : "إتحاف النبیہ" اور "الإرشاد إلی مہمات علم الاسناد"

(۲) " " " : "العجالة النافعة"



(١) ان کی اسانید کے لیے دیکھیے : "إتحاف الأکابر بإسناد الدفاتر"
(٢) " " " " : "النفس الیمانی....."
(٣) " " " " : "حصر الشارد"



(١) ان کی اسانید کے لیے دیکھیے: "قطف الثمر فی رفع أسانید المصنفات فی الفنون والأثر"

(٢) " " " " : "حصر الشارد"

(١)

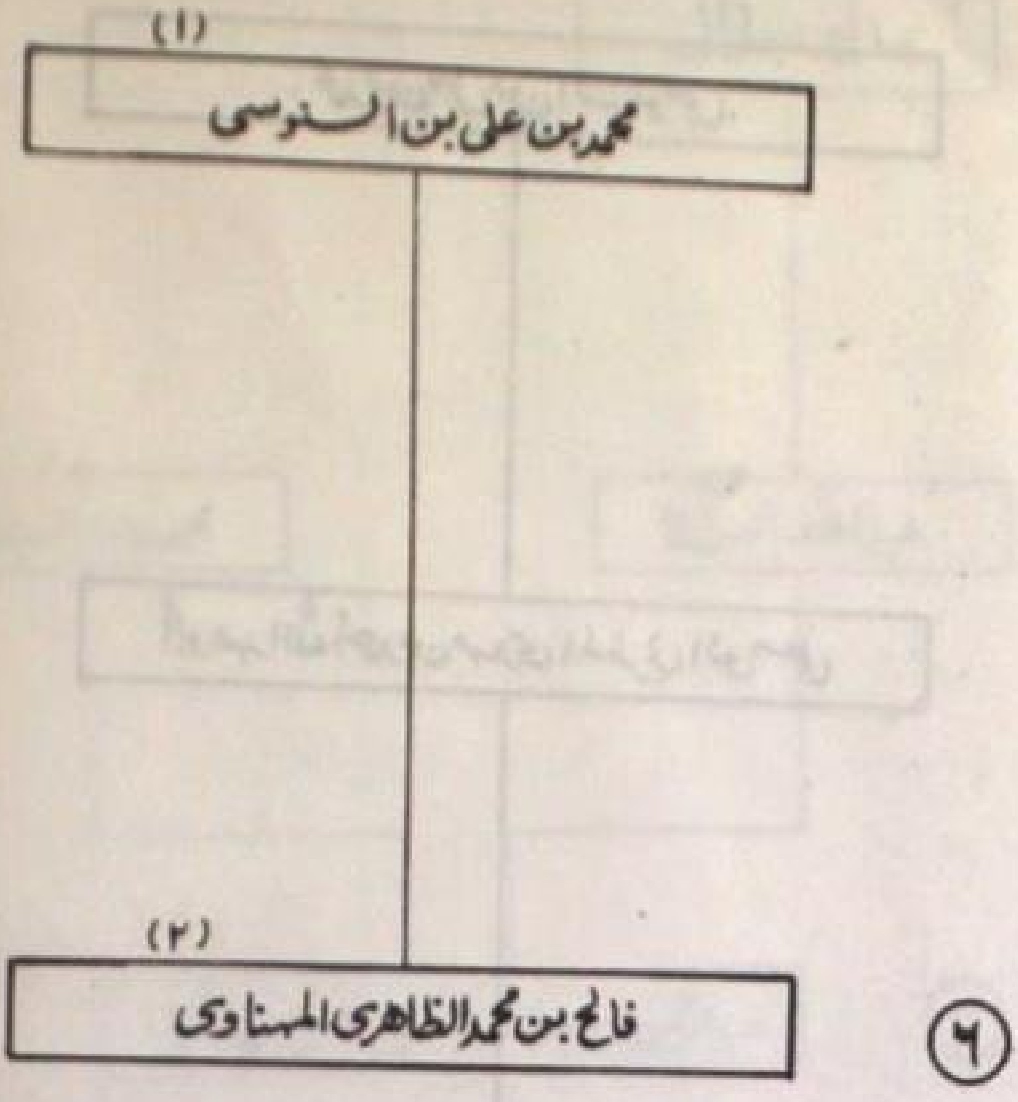
محمد بن علی بن السنوسی

أبو عبد الله أحمد بن مہدی المغربی الواسطی

أحمد بن أحمد بن علی المغربی ثم المکی ⑤

---

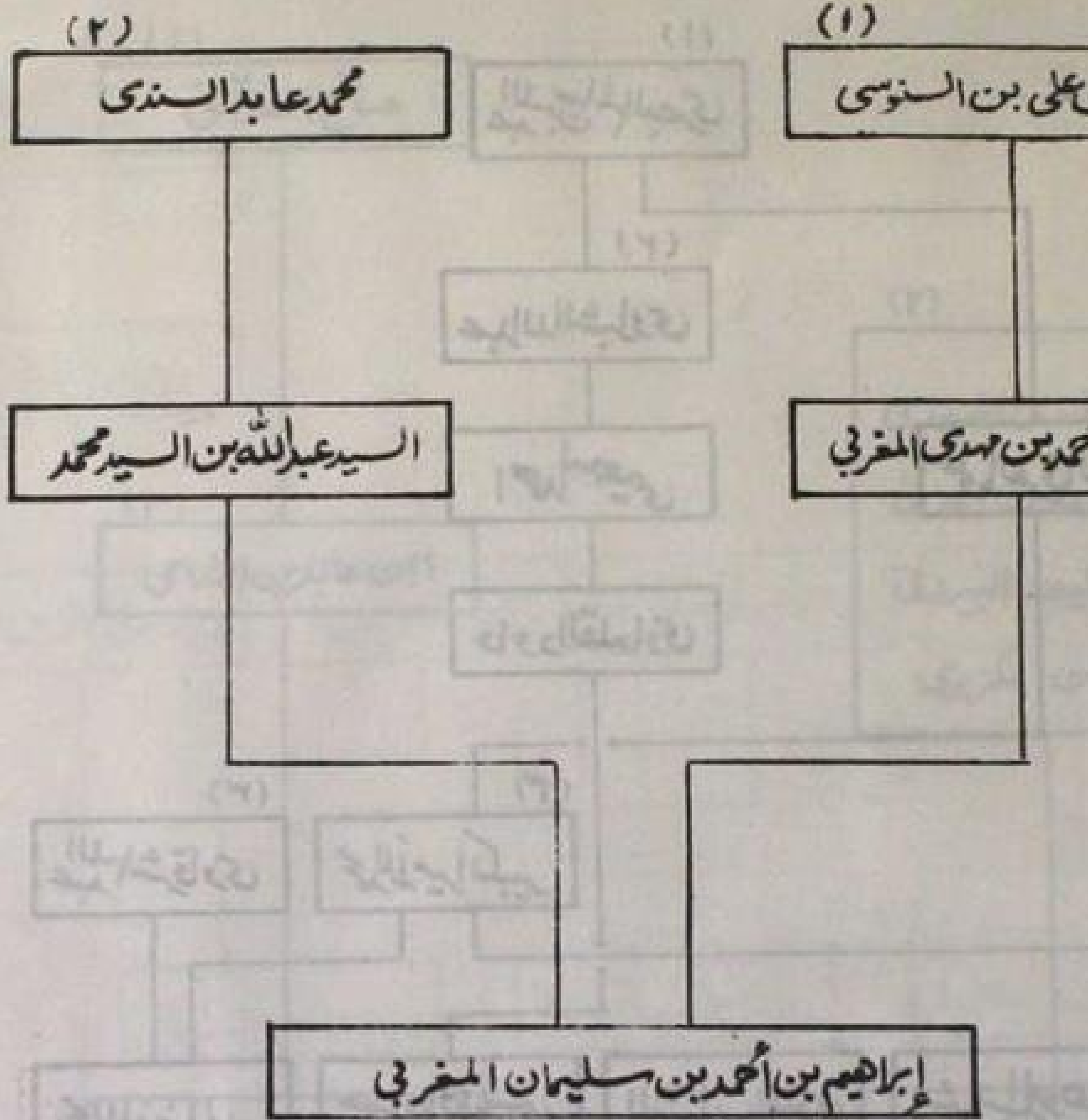
(١) ان کی اسانید کے لیے دیکھیے: "البدور الشارقة فی أثبات مشایخنا المغاربة والمشارقة"



---

(۱) ان کی اسانید کے لیے دیکھیے : " البدور الشارقة ...."

(۲) " " " " : " حسن الوفا لإخوان الصفا"

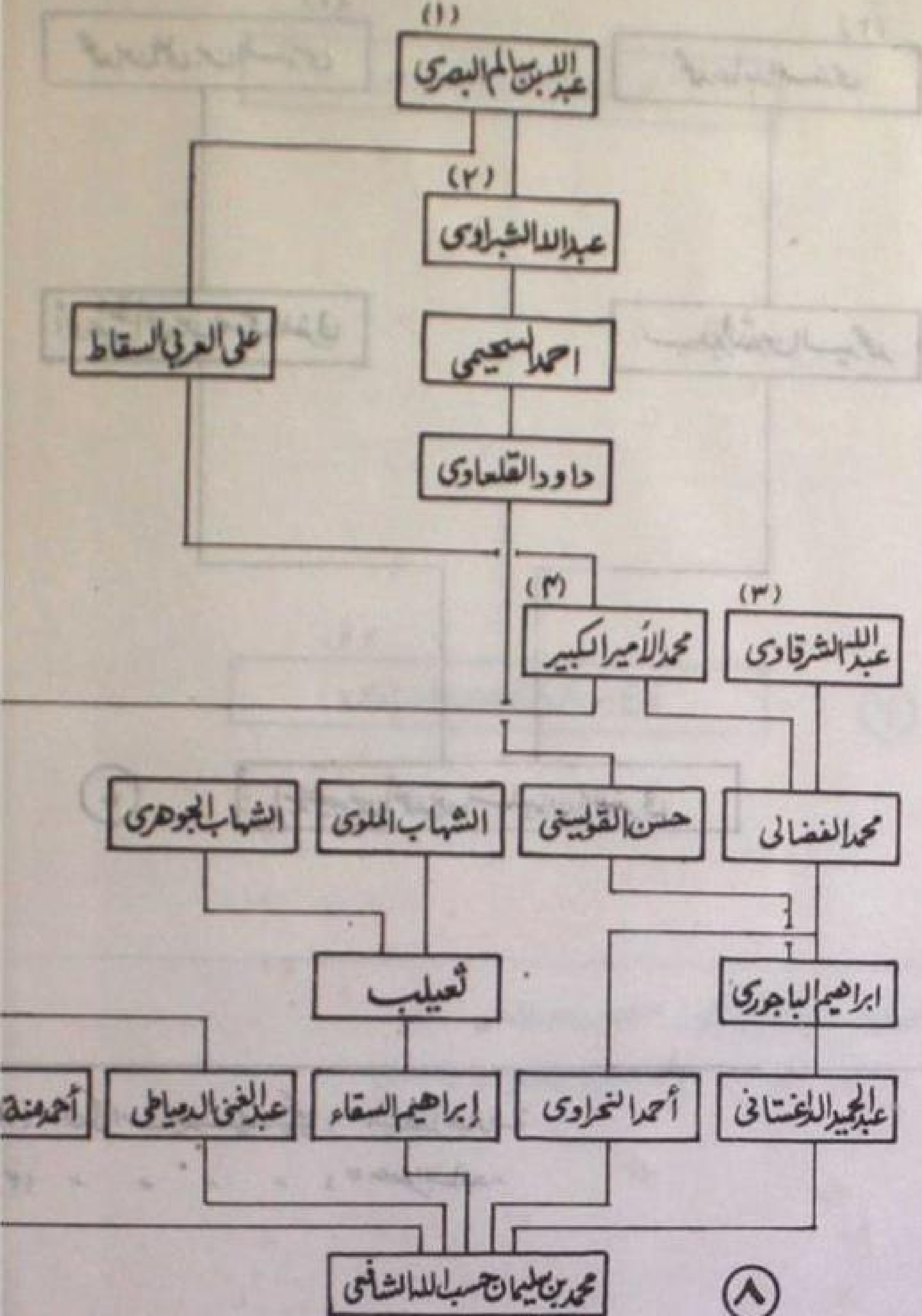


٧

---

(١) ان کی اسانید کے لیے دیکھیے : "البدور الشارقة ..."

(٢) " " " " : "حصر الشارد"

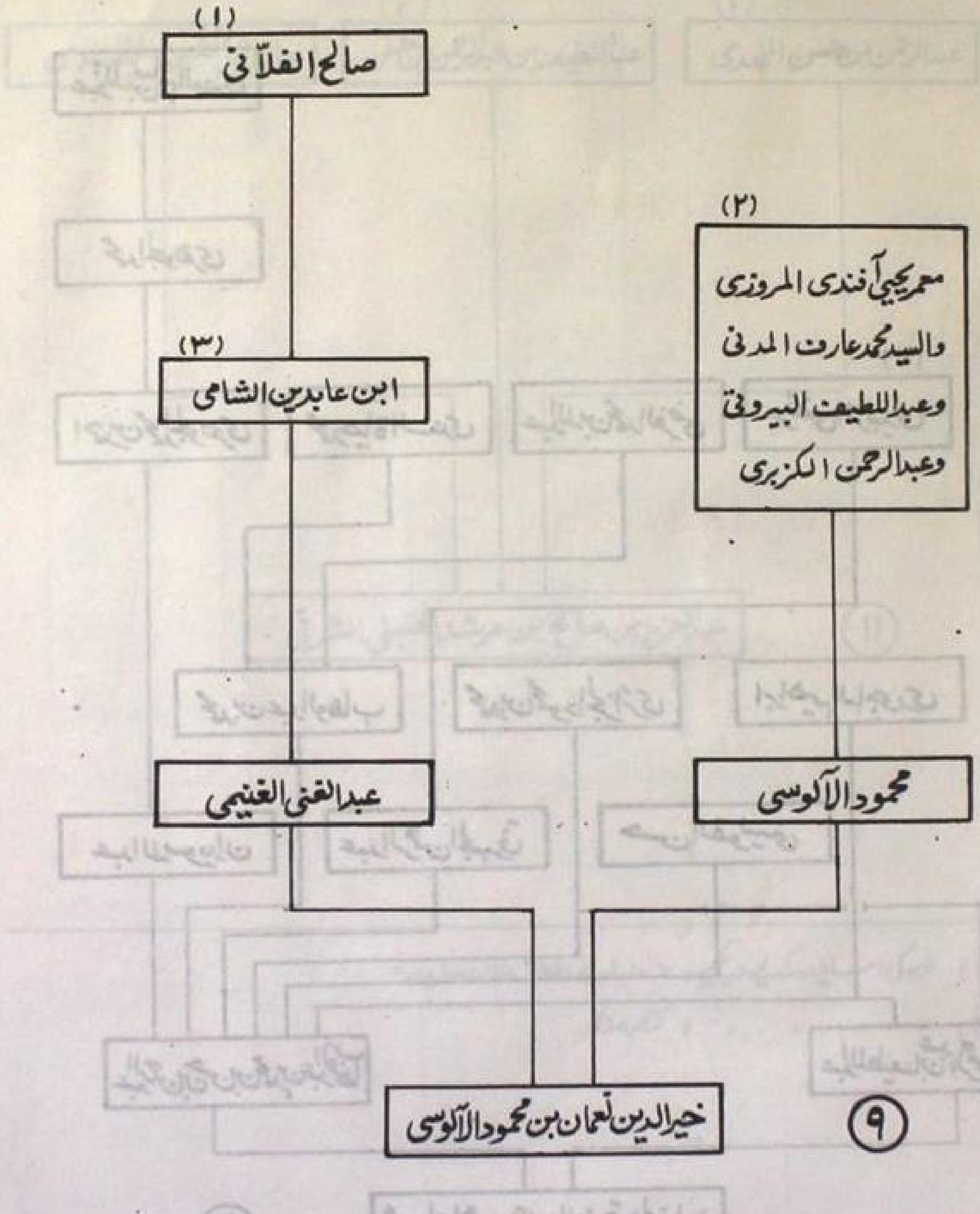


(١) ان کی اسانید کے لیے دیکھیے : "الإمداد بمعرفة علو الإسناد"

(٢) " " " " : ان کا "ثبت"

(٣) " " " " : ان کا "ثبت"

(٤) " " " " : ان کا "ثبت"

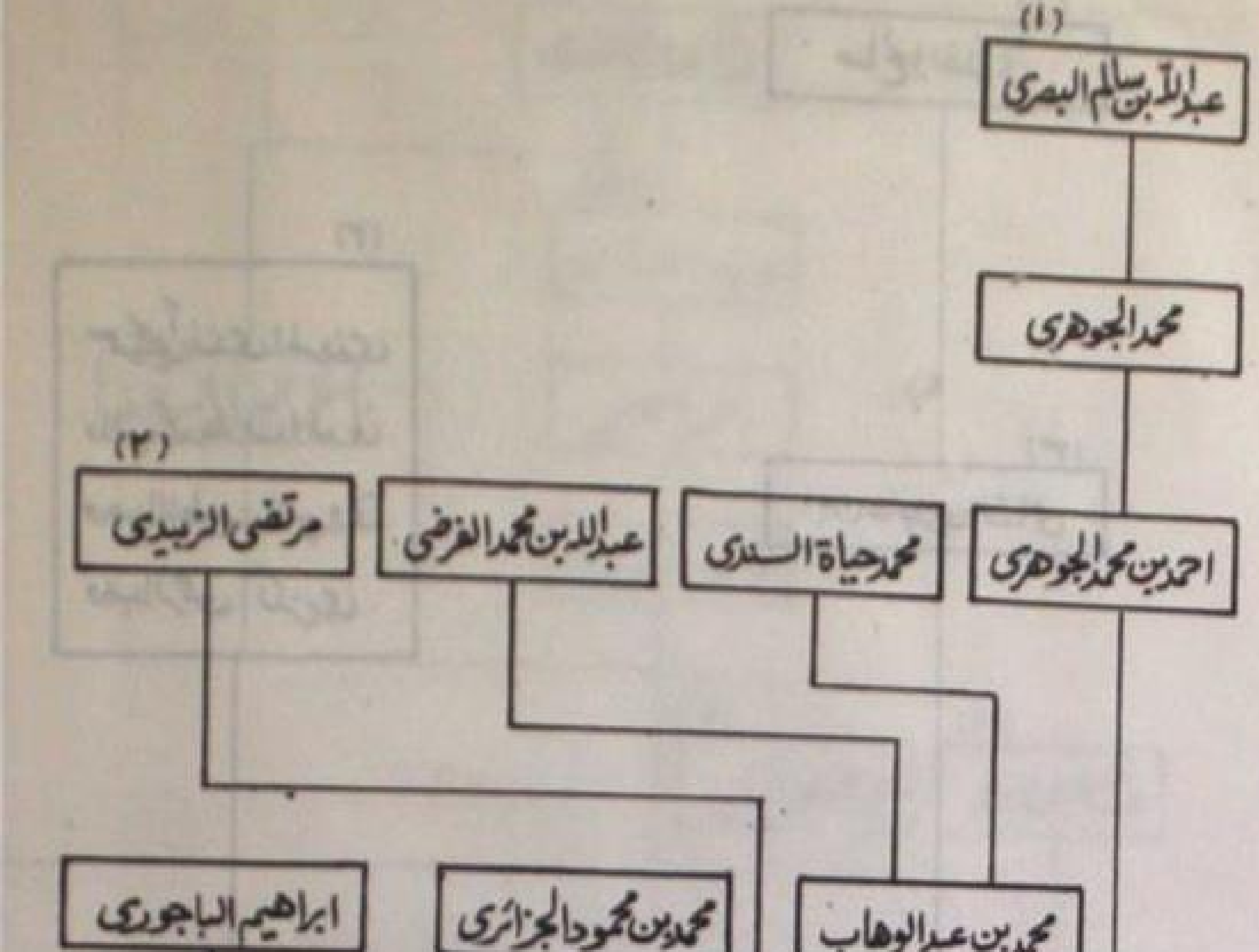


---

(۱) ...ں کی اسانید کے لیے دیکھیے : " قطف الثمر"

(۲) ... : ان کا "ثبت"

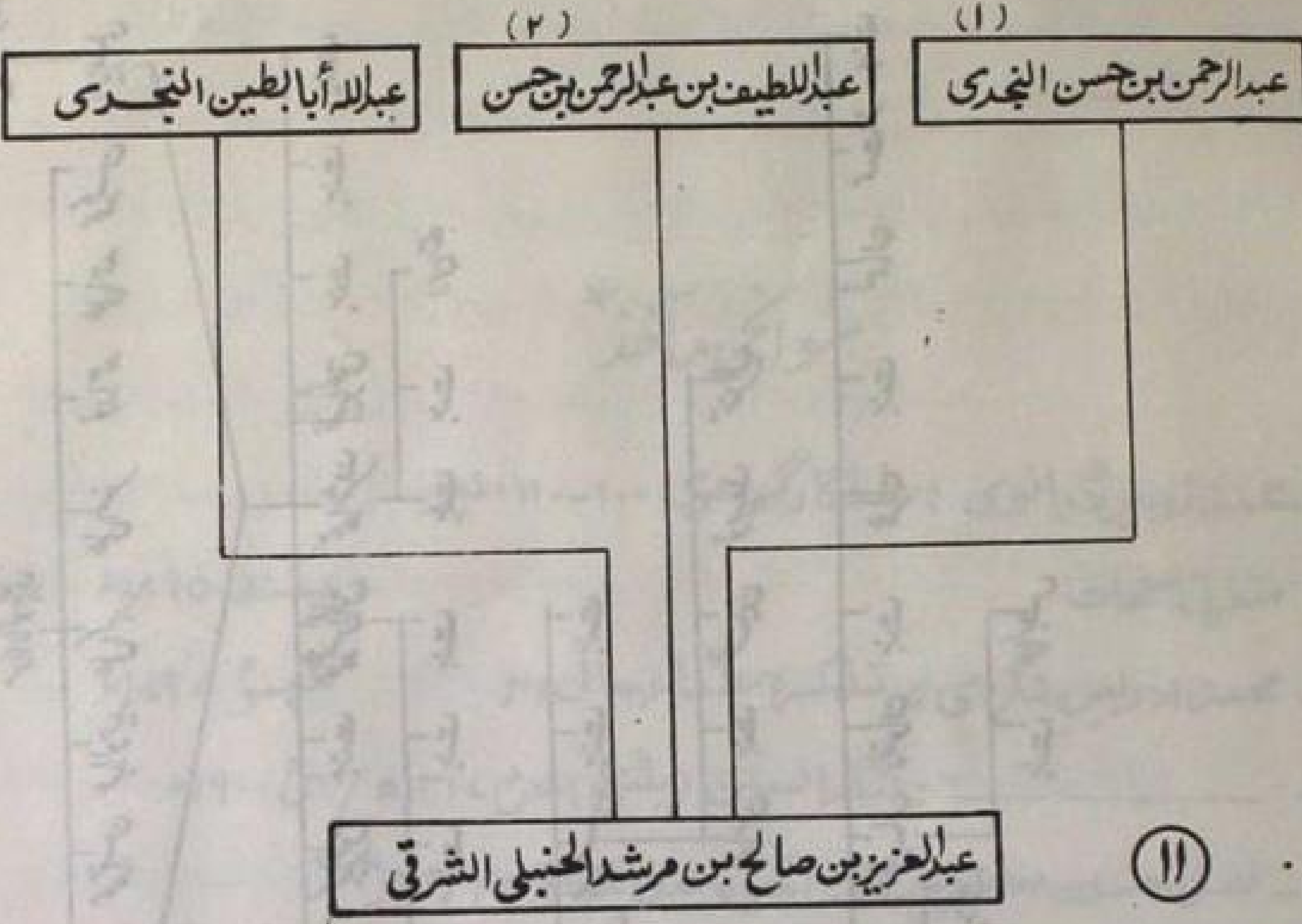
(۳) ... : "عقود اللآلی فی الأسانید العوالی"



(۱) ان کی اسانید کے لیے دیکھیے : " الامداد بمعرفة علو الاسناد"

(۲) " " " " : ان کا " ثبت"

(۱۱)

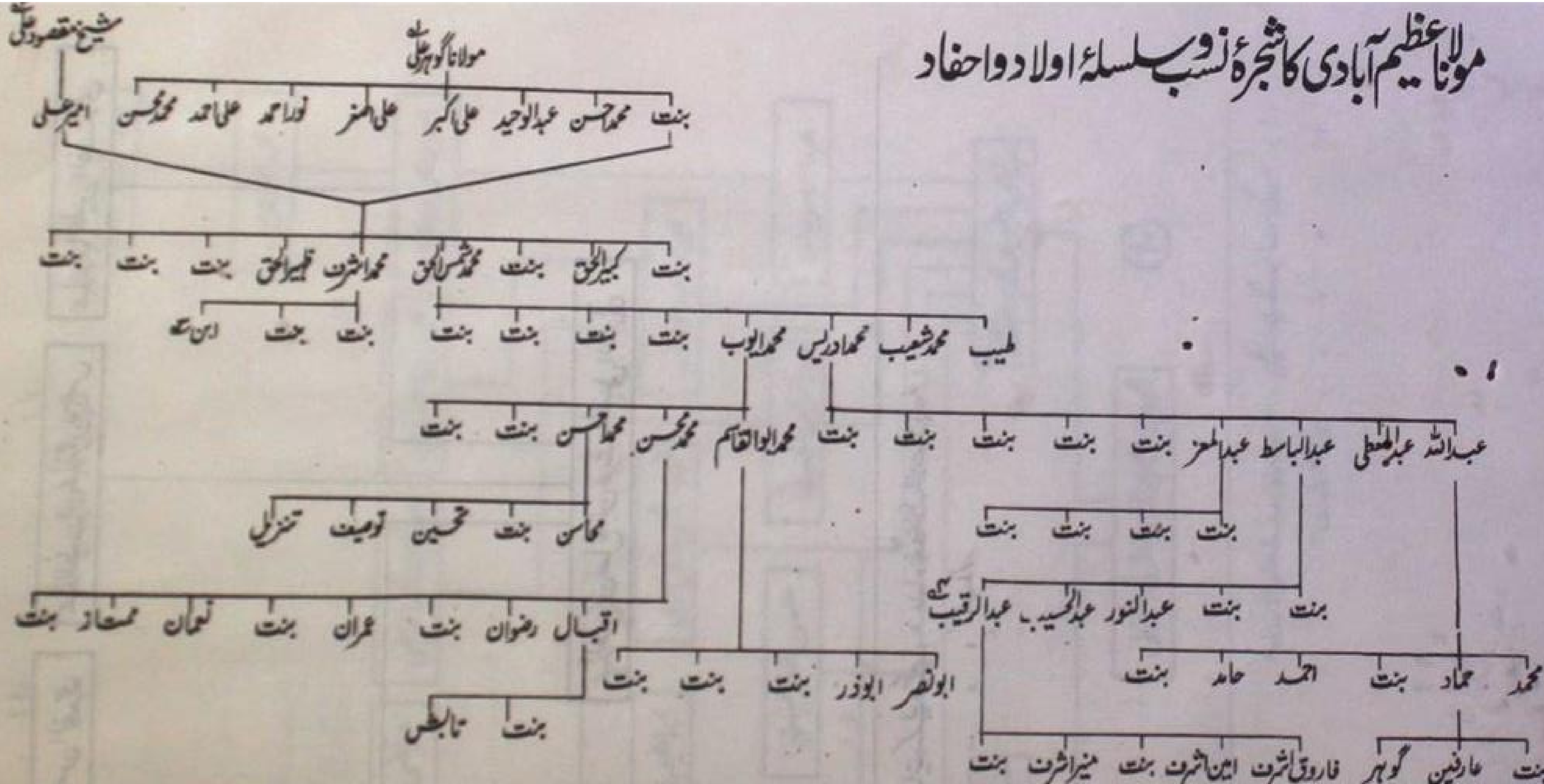


---

(۱) ان کی اسانید کے لیے دیکھیے : " علماء نجد خلال ثلاثة قرون "

(۲) " " " : کتاب مذکور

مولانا عظیم آبادی کا شجرۂ نسب و سلسلۂ اولاد و احفاد



۱ مولانا گوہر علی کے سلسلۂ نسب کے لیے ملاحظہ ہو: یادگار گوہری ص ۶۰
۲ شیخ مقصود علی کے سلسلۂ نسب کے لیے ملاحظہ ہو: یادگار گوہری ص ۱۰۱
۳ نام نہیں معلوم ہو سکا۔
۴ ڈائرکٹر علمی اکیڈمی کراچی

سوانحی ماخذ*

۱ - محمد زبیر ڈیانوی : یادگار گوہری ۱۰۰-۱۱۰، نیز
متفرق صفحات پٹنہ ۱۸۹۵ء

۲ - محمد ادریس نگرامی : تذکرہ علماء حال ۳۱ لکھنؤ ۱۸۹۷ء

۳ - ______ : آثار السنن (پٹنہ) محرم ۱۳۱۷ھ / مئی ۱۹۰۰ء

۴ - فضل حسین مظفر پوری : الحیاۃ بعد المماۃ ۳۴۳، نیز
متفرق صفحات دہلی ۱۹۰۸ء

۵ - عبد السلام مبارک پوری : اہل حدیث (امرتسر) ۲۸ اپریل ۱۹۱۱ء

۶ - ابو القاسم سیف بنارسی : الامر المبرم لابطال الکلام
المحکم ۲۱۲-۲۱۳ بنارس ۱۹۱۱ء

۷ - ابو القاسم سیف بنارسی : اہل حدیث (امرتسر) ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۹ء

---

* یہاں صرف ان کتابوں کا تاریخی ترتیب کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے جن میں مولانا عظیم آبادی سے متعلق معتد بہ سوانحی مواد موجود ہے، دوسرے ماخذ کے لیے دیکھیے میری عربی تالیف "حیاۃ المحدث شمس الحق واعمالہ" میں نے یہاں بعض ایسے مضامین و مقالات عمداً نظر انداز کر دیے ہیں جن میں بہت ہی سطحی اور سرسری قسم کی معلومات ملتی ہیں، یا جہاں مولانا کا ضمناً تذکرہ ہے۔ اسی طرح بعض ایسی کتابیں بھی سوانحی ماخذ میں شامل نہیں کی ہیں جن میں مولانا کی حیات اور خدمات سے متعلق پورا حصہ میری کتاب یا معارف (اعظم گڑھ) [ستمبر و اکتوبر ۱۹۷۵ء] میں شائع شدہ میرے مقالے کا چربہ ہے۔

فہرستِ مضامین

مؤلف کی دوسری کتابیں

تالیف:

۱ - حیاۃ المحدث شمس الحق وأعماله
۲ - تذکرہ علمائے اہل حدیث ہند (اردو)

ترتیب وتحقیق:

۱ - غایۃ المقصود فی حلّ سنن أبی داود (المجلد الأول)، للعظیم آبادی
۲ - رفع الالتباس عن بعض الناس، للعظیم آبادی
۳ - تقویۃ الإیمان، از شاہ اسماعیل شہید دہلوی (اردو)
۴ - ردّ الاشراك، له
۵ - اللآلئ المنثورۃ فی الاحادیث المشهورۃ، للزرکشی
۶ - تاریخ وفاۃ الشیوخ، لأبی القاسم البغوی
۷ - الغوامض والمبهمات، لعبد الغنی الأزدی
۸ - القوافی، لنشوان الحمیری
۹ - قصیدۃ بانت سعاد، لکعب بن زهیر، روایۃ ابن دیزیل
۱۰ - أصل السنۃ واعتقاد الدین، لابن أبی حاتم
۱۱ - التذکرۃ فی علوم الحدیث، لابن الملقّن
۱۲ - حدیث قسّ بن ساعدۃ الإیادی، لابن درستویه
۱۳ - قصیدۃ أبی مزاحم الخاقانی، ومعارضتها لأبی الحسین الملطی
۱۴ - الرباعی فی الحدیث، لعبد الغنی الأزدی
۱۵ - المُنی فی الکُنی، للسیوطی
۱۶ - مجموعۃ بحوث وتحقیقات، للعلامۃ عبد العزیز المیمنی
۱۷ - مجموعۂ فتاوی مولانا شمس الحق عظیم آبادی (اردو)
۱۸ - دیوان تأبّط شرًّا

مولانا شمس الحق عظیم آبادی

کی تالیفات جلد ہی

علمی اکیڈمی، کراچی سے

عمدہ طباعت، نفیس کاغذ اور

بہترین گیٹ اپ کے ساتھ

منظر عام پر آرہی ہیں

..